بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 73

شمارہ 16

ایڈیٹر منصور احمد

شرح چندہ

سالانہ 850 روپے

بیرونی ممالک

بذریعہ ہوائی ڈاک

50 پاؤنڈیا

80 ڈالرامریکن

یا 60 یورو

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

www.akhbarbadr.in

8 شوال 1445 ہجری قمری ● 18 شہادت 1403 ہجری شمسی ● 18/اپریل 2024ء

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ ؕ وَمَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیۡرٍ

(سورۃ التوبہ، آیت 116)

ترجمہ : یقیناً اللہ ہی ہے جس کی آسمانوں اورزمین کی بادشاہی ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا بھی ہے اورتمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہیں۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیروعافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 12/اپریل 2024 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) یو.کے سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 16 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وتندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ وناصر ہو اور تائید ونصرت فرمائے۔ آمین۔

بدظنی بہت بری چیز ہے، انسان کو بہت سی نیکیوں سے محروم کر دیتی ہے

اور پھر بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ انسان خدا پر بدظنی شروع کر دیتا ہے

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

جماعت کو نصیحت

طبیب کیلئے جیسا ضروری ہے کہ تشخیص عمدہ طور پر کرے، اسی طرح وعظ کے منصب کا یہ فرض ہے کہ وعظ و پند سے پہلے ان لوگوں کے امراض کو مدّنظر رکھے جن میں وہ مبتلا ہیں۔ مگر مشکل تو یہی ہے کہ یہ فراست اور یہ معرفت، حقانی واعظ کے سوا دوسرے کو ملتی ہی کم ہے اور یہی وجہ ہے کہ ملک میں باوصفیکہ سینکڑوں، ہزاروں واعظ پھرتے ہیں، لیکن عملی حالت دن بدن پستی کی طرف جارہی ہے۔ ہر قسم کی اعتقادی، ایمانی، اخلاقی غلطیاں اور کمزوریاں اپنا اثر کرتی جاتی ہیں۔ یہ اس لئے کہ وعظوں میں حقانیت نہیں، روح نہیں۔ یہ سب کچھ ہے، مگر میں اس وقت اپنے دوستوں کو یہی بتلانا چاہتا ہوں کہ چونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے دلوں میں طلب حق کی پیاس کو محسوس کیا ہے، وہ راستی اور صداقت کے لینے میں مضائقہ نہ کریں۔ گو واعظ مختلف رنگوں اور پیرایوں میں اپنا سوال ہی پیش کرے، مگر تم کو نہیں چاہئے کہ صرف اس ایک وجہ سے اصل حکمت کو چھوڑ دو، کیونکہ وہ جوان کے سوال کو سن کر ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، وہ بھی تو غلطی پر ہے۔ کیا کسی لعل اور گوہر نایاب کو صرف اس لیے پھینک دیا جاسکتا ہے کہ وہ کسی بدبودار اور میلی کچیلی ٹلی (دھجی کپڑے کی) میں بندھا ہوا ہے؟ ہر گز نہیں۔ اسکے سوا اگر واعظ سوال کرتا ہے تو کیا تمہیں خبر نہیں کہ تمہیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡہَرۡ (الضحیٰ: 4) اور سائل خواہ گھوڑے پر ہی سوار ہو کر آیا ہے پھر بھی واجب نہیں کہ اس کو رد کیا جاوے۔ تیرے لیے یہ حکم ہے کہ تو اس کو جھڑک نہیں۔ ہاں خدا نے اس کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ سوال نہ کرے۔ وہ اپنی خلاف ورزی کی خود سزا پالے گا لیکن تمہیں یہ مناسب نہیں کہ تم خدا تعالیٰ کے ایک واجب العزت حکم کی نافرمانی کرو۔ غرض اس کو کچھ دے دینا چاہئے اگر پاس ہو اور اگر پاس کچھ نہیں تو نرم الفاظ سے اس کو سمجھا دو۔‘‘

بدظنی

فساد اس سے شروع ہوتا ہے کہ انسان ظنون فاسدہ اور شکوک سے کام لینا شروع کرے۔ اگر نیک ظن کرے تو پھر کچھ دینے کی توفیق بھی مل جاتی ہے۔ جب پہلی ہی منزل پر خطا کی تو پھر منزل مقصود پر پہنچنا مشکل ہے۔ بدظنی بہت بری چیز ہے۔ انسان کو بہت سی نیکیوں سے محروم کر دیتی ہے اور پھر بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ انسان خدا پر بدظنی شروع کر دیتا ہے۔

اگر بدظنی کا مرض نہ بڑھ گیا ہوتا تو بتلاؤ ان مولویوں کو جنہوں نے میری تکفیر اور ایذا دہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی، کونسی وجوہ کفر کی اور میری تکذیب کی نظر آئی تھی۔ میں نے پکار پکار کر اور خدا تعالیٰ کی قسمیں کھا کھا کر کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ قرآن کریم کو خاتم الکتب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتا ہوں اور اسلام کو ایک زندہ مذہب اور حقیقی نجات کا ذریعہ قرار دیتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کی مقادیر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہوں۔ اسی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہوں۔ اتنی ہی نمازیں پڑھتا ہوں۔ رمضان کے پورے روزے رکھتا ہوں۔ پھر وہ کونسی نرالی بات تھی جو انہوں نے میرے کفر کیلئے ضروری سمجھی۔ صریح ظلم ہے۔ وہ اپنے گندے اعمال اور زندگی کو نہیں دیکھتے۔ وہ زمین اور آسمان پر غور اور تدبر کر کے یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ان مصنوعات کا خالق ہے۔ لیکھرام کے نشان سے مولویوں نے کیا فائدہ اٹھایا؟

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 507، مطبوعہ 2018 قادیان)

......☆......☆......☆......

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے

(2566) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَے مسلم خواتین! غور سے سنو۔ کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے گو وہ بکری کا کھر ہی (بھیجے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر بعض دفعہ مہینوں چولہا نہ جلتا

(2567) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے عروہ سے کہا میری بہن کے بیٹے! ہماری کبھی یہ حالت تھی کہ ہم ایک چاند دیکھتے، پھر دوسرا چاند دیکھتے، پھر تیسرا چاند دیکھتے، اس طرح دو مہینے گزر جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ مَیں نے کہا خالہ! آپؓ کا گزارہ کن چیزوں پر ہوتا تھا؟ انہوں نے کہا دو سیاہ چیزیں: کھجور اور پانی، مگر یہ بات تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ انصاری ہمسائے تھے۔ ان کی دودھ دینے والی بکریاں تھیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دودھ سے بطور تحفہ بھیجا کرتے تھے اور آپؐ ہم کو بھی پلاتے۔

(صحیح بخاری، کتاب الھبۃ، جلد 4، مطبوعہ قادیان 2008ء)

جنتیوں کو سونے اور موتیوں کے کنگن اور ریشمی لباس پہنائے جانے کا صحیح مفہوم

جنّت صرف بیکار بیٹھنے کی جگہ نہیں بلکہ عمل کا مقام ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ اس جہان میں انسان سے گناہ بھی صادر ہو جاتا ہے مگر وہاں کوئی بُرا فعل سرزد نہیں ہوگا

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سورۃ الحج کی آیت 24 اور 25 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس سے یہ مراد نہیں کہ مادی سونے کے کنگن اُن کو پہنائے جائیں گے۔ مادی سونا تو وہ حقیر چیز ہے جس کو اس دنیا میں بھی مومن پھینک دیتا ہے۔ اگلے جہاں میں اُس کو کیا مزہ آئیگا۔ پس یہ ایک تمثیلی زبان ہے اور کنگن سے مراد زینت کا سامان ہے اور سونے سے مراد یہ ہے کہ وہ سامان تباہ ہونے والا نہیں ہوگا کیونکہ سونے کو زنگ نہیں لگتا اور موتی سے بھی یہی مراد ہے کہ وہ سامان انسان کی طبیعت میں ایک چمک اور ملائمت پیدا کریں گے جیسا کہ موتی ہوتا ہے۔ وَلِبَاسُھُمۡ فِیۡھَا حَرِیۡرٌ میں بتایا کہ اگلے جہان میں انہیں ایسا تقویٰ ملے گا جسکے اختیار کرنے میں انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تقویٰ بھی لباس سے مشابہت رکھتا ہے جیسا کہ آتا ہے وَلِبَاسُ التَّقۡوٰی ذٰلِکَ خَیۡرٌ (اعراف رکوع 3) مگر فرماتا ہے کہ اس دنیا میں تو تقویٰ کا لباس پہننے کیلئے بڑی جدوجہد کرنی پڑتی ہے اور تکلیف اٹھانی پڑتی ہے لیکن اگلے جہان میں تقویٰ کا لباس ریشم کے مشابہ ہوگا یعنی اس کو اختیار کرنے کیلئے تکلیف نہیں اٹھانی پڑے گی بلکہ وہ نہایت آرام دہ ہوگا اور طبیعت خود بخود ہی تقویٰ کی طرف مائل ہوگی اُسے مجبور نہیں کرنا پڑے گا۔

پھر فرماتا ہے کہ صرف لباس ہی نہیں اُن کی زبان بھی بڑی اچھی ہوگی اور طور طریقہ بھی اچھا ہوگا یہاں تک کہ اُن کے ہمسائے اور اللہ تعالیٰ بھی اُن کے طور طریقے کی تعریف کرے گا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنّت صرف بیکار بیٹھنے کی جگہ نہیں بلکہ عمل کا مقام ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ اس جہان میں انسان سے گناہ بھی صادر ہو جاتا ہے مگر وہاں کوئی بُرا فعل سرزد نہیں ہوگا اور انسان ہر قسم کے روحانی تنزل سے محفوظ رہے گا۔

(تفسیر کبیر، جلد 6، صفحہ 22، مطبوعہ 2010 قادیان)

اس شمارہ میں

خلاصہ خطبہ عید الفطر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

خطبہ جمعہ فرمودہ حضور انور 29/مارچ 2024 (مکمل متن)

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (از سیرت خاتم النّبیین)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرۃ المہدی)

نیشنل عاملہ خدام الاحمدیہ بورکینا فاسو کی حضور انور سے ملاقات

پیغام حضور انور برموقع جلسہ سالانہ فن لینڈ 2023ء

ممبران خدام الاحمدیہ امریکہ کی حضور انور سے ملاقات

ملکی جماعتی رپورٹ

جنازہ حاضر وغائب

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بطرز سوال وجواب

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ حقیقی عید کھانے پینے اور خوشیاں منانے کا نام نہیں ہے بلکہ تقویٰ پر چلتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا نام ہے

آج کی نیکیوں میں یہ بھی سرِ فہرست نیکی ہے کہ ایسے فلاحی اداروں کی مدد کی جائے جو جنگ زدہ لوگوں کی مدد کر رہے ہیں

ایسے محروموں کی مدد کر کے جوان کے چہروں پر خوشی دیکھ کر تسکین ہوتی ہے وہی عید کی حقیقی خوشی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا بصیرت افروز خطبہ عید الفطر اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی نصیحت نیز مختلف اہم امور پر دعا کی تحریک

10/اپریل 2024ء بروز بدھ مسجد مبارک اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نمازِ عید پڑھائی اور خطبہ عید الفطر ارشاد فرمایا۔ برطانیہ بھر کے مختلف شہروں نیز بعض دیگر ممالک سے بھی احمدی احباب اپنے پیارے امام کی اقتدا میں نمازِ عید ادا کرنے کیلئے حاضر ہوئے۔ 3300 سے زائد احباب و خواتین نے سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اقتدا میں نماز عید ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ لندن وقت کے مطابق 11 بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نماز عید پڑھائی اور بعدہ خطبہ عید ارشاد فرمایا۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ہم عید منا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ موقع عطا فرمایا ہے کہ ہم اپنی زندگی میں ایک اور عید دیکھیں۔ عید کی حقیقی خوشی تو ہمیں اس وقت پہنچ سکتی ہے جب ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہوں پر چلتے ہوئے اسکے انعاموں سے فیض پانے والے ہوں۔ رمضان کے دوران سینکڑوں لوگوں نے مجھے یہ بات لکھی کہ ہمیں رمضان میں وہ عمل کرنے کی توفیق ملے جن سے خدا راضی ہو جائے۔ اس کیلئے ہر احمدی نے اپنی اپنی بساط کے مطابق کوشش بھی کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی کوششوں کو قبول فرمائے آمین۔ اللہ تعالیٰ ہم پر اتنا مہربان ہے کہ ہمیں اپنی رضا حاصل کرنے کیلئے مختلف مواقع فراہم کرتا رہتا ہے۔ رمضان کا مہینہ ان میں سے ایک ہے۔ اس میں رحمت کا عشرہ بھی ہے، پھر مغفرت کا عشرہ ہے اور پھر آگ سے نجات کا عشرہ بھی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ تو اس طرح انعام دینے والا ہے۔ اگر ہم رمضان سے فیض نہ اٹھائیں تو یہ ہماری کمزوری ہے۔ پس آج ہمیں اس بات کا عہد کرنا چاہئے کہ جو حالات اللہ تعالیٰ نے ہماری بہتری کیلئے ایک خاص ماحول مہیا فرما کر میسر فرمائے تھے اور ہر ایک نے ان سے فیض اٹھانے کی کوشش کی تھی، جس میں حقوق اللہ بھی تھے، حقوق العباد کی ادائیگی بھی تھی اور اپنے نفس کی اصلاح بھی تھی، اسے ہم نے اب جاری رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف رمضان المبارک میں دس دن کیلئے رحمت کے دروازے نہیں کھولے تھے بلکہ اس نے اس رحمت کو پھر مغفرت پانے کا ذریعہ بنا دیا تھا۔ رحمت کیا چیز ہے؟ اس کا مطلب ہے انتہائی رحم اور انتہائی ہمدردی کا جذبہ۔ انتہائی نرمی کا سلوک۔ غلطیوں کو معاف کرنا اور ان سے صرفِ نظر کرنا۔ یہ ہے رحمت۔ پس ایسی رحمت کو پانے کی خواہش ہر انسان کی ہوگی اور جب یہ خواہش ہے تو پھر اپنی زندگیوں کو بھی ہمیں ایسے ڈھالنے کی ضرورت ہے کہ ہم مغفرت کے دروازے میں داخل ہو جائیں۔ یہ سب تب ہی ہو سکتا ہے جب ہم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کی کوشش کریں۔ جب یہ کوشش ہوگی تب ہی انسان آگ سے بچ سکتا ہے۔ شیطان تو ہمیں دنیا و آخرت کی آگ میں دھکیلنا چاہتا ہے۔ اس سے بچنے کیلئے ہمیں اپنے اعمال ایسے بجالانے ہوں گے جن سے خدا راضی ہو۔ نیکیوں کے ذریعے اپنے اعمال کو سجانے کی کوشش کرنی ہوگی۔

آج کل جو دنیا کے حالات ہیں اس پر تو ہمیں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتے ہوئے اس سے قرب کا تعلق استوار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ آج کل ہر طرح کی آگ نے دنیا کو گھیرا ہوا ہے۔ ایسے میں خدائے ذوالعجائب سے پیار کی بہت ضرورت ہے۔ عید پر صرف عید کی خوشیوں میں مصروف نہ ہو جائیں بلکہ آج بھی ذکرِ الٰہی اور استغفار کی طرف بہت توجہ کریں۔ آج ہم یہاں عید منا رہے ہیں مگر ایسے لوگ بھی ہیں جن پر شیطانوں نے زمین تنگ کی ہوئی ہے۔ جن کو رہنے کو چھت تو کیا کھانے کو روٹی بھی میسر نہیں۔ پس ایسے میں نہ صرف خود اللہ تعالیٰ کے شکرگزار بنیں بلکہ ان محروموں کو بھی دعا میں یاد رکھیں۔ آج کی نیکیوں میں یہ بھی سرِ فہرست نیکی ہے کہ ایسے فلاحی اداروں کی مدد کی جائے جو ان جنگ زدہ لوگوں کی مدد کر رہے ہیں۔ ایسے محروموں کی مدد کر کے جو ان کے چہروں پر خوشی دیکھ کر تسکین ہوتی ہے وہی عید کی حقیقی خوشی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم کرتا اور شفقت اور پیار کی نگاہ سے دیکھتا ہے تم بھی اسکی مخلوق کے ساتھ سچی محبت اور حقیقی شفقت کرو۔ ہمیں ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ہر حرکت و سکون کو دیکھ رہا ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتے ہوئے حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد ادا نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دور جا رہے ہوں گے اور اگر یہ کریں گے تو ہماری مغفرت کے سامان بھی ہو رہے ہوں گے اور ہم شیطان کے چنگل سے نکل کر اپنے آپ کو آگ سے بھی محفوظ کر رہے ہوں گے اور یہی وہ حقیقی عید ہے جو ایک مومن چاہتا ہے۔ تقویٰ کا ایک اہم جزو حقوق العباد کی ادائیگی ہے۔ پس ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ حقیقی عید کھانے پینے اور خوشیاں منانے کا نام نہیں ہے بلکہ تقویٰ پر چلتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا نام ہے۔ یہ مقام جس کو حاصل ہو جائے اور جو اس مقام کے حصول کیلئے کوشش کرے وہی حقیقی عید سے فیض پا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ”اور جو بھی ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو اس کیلئے جزا کے طور پر بھلائی ہی بھلائی ہے اور ہم ضرور اس کیلئے آسانی کا فیصلہ کریں گے۔“ جس کیلئے اللہ تعالیٰ آسانی کا فیصلہ کر دے تو اسے اور کیا چاہئے لیکن ایمان میں مضبوطی اور نیک اعمال اللہ تعالیٰ نے شرط رکھی ہے۔ پس آج ہمیں یہ مقام حاصل کرنے کا عہد اور دعا کرنی چاہئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حقیقی نیکی کے حصول کیلئے یہ ضروری ہے کہ خدا کے وجود پر ایمان ہو کیونکہ مجازی حکام کو یہ معلوم نہیں کہ کوئی گھر کے اندر کیا کرتا ہے اور پسِ پردہ کسی کا کیا فعل ہے۔ پس درستی اخلاق کے واسطے ایسی ہستی پر ایمان کا ہونا ضروری ہے جو ہر حال اور ہر وقت میں اس کی نگران اور اسکے اعمال اور افعال اور اسکے سینے کے بھیدوں کا شاہد ہو۔ پس یہ بات ہر مومن کے دل میں ہمیشہ ہونی چاہئے کہ خدا میری ہر حرکت و سکون کو دیکھ رہا ہے۔ جب یہ کیفیت ہو تو انسان خدا کی پناہ میں آتا ہے مگر یاد رہے کہ اس کے حصول کیلئے مستقل استغفار کی ضرورت ہے۔ یہی وہ بات ہے جو اس فیض کو پھر کبھی ختم نہیں ہونے دیگی جو مستقل عید کا سامان کرتی ہے۔

خطبہ کے آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا آپ سب کو عید مبارک ہو۔ دنیا میں بسنے والے تمام احمدیوں کو عید مبارک ہو۔ دعا میں پاکستان کے احمدیوں کو یاد رکھیں۔ اسیران راہ مولیٰ کو یاد رکھیں۔ پاکستان کے احمدی مسلسل ابتلا و امتحان سے گزر رہے ہیں۔ اسکے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے ایمان کو بچائے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جلد ان کیلئے آسانیاں پیدا فرمائے آمین۔ اسیران کی جلد رہائی کیلئے بھی دعا کریں۔ یمن کے اسیران کی رہائی کیلئے بھی دعا کریں۔ کافی مشکل میں ہیں وہ لوگ۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں احمدیت کی وجہ سے، یا کسی بھی وجہ سے مشکلات میں گھرے احمدیوں کیلئے بھی دعا کریں اور ہر مظلوم اور معصوم کیلئے دعا کریں۔ شہدائے احمدیت کے خاندانوں کیلئے دعا کریں۔ بورکینا فاسو کے شہداء اور ان کے لواحقین کو بھی خاص طور پر یاد رکھیں۔ آج کل پھر دشمن کی بورکینا فاسو کے احمدیوں پر نظر ہے۔ خاص طور پر ڈوری کے علاقے میں جہاں ہمارے آٹھ شہید ہوئے تھے، وہاں دوبارہ مشکوک لوگ دیکھے گئے ہیں۔ رمضان میں مالی قربانی کرنے والوں کیلئے بھی دعا کریں۔ امت مسلمہ کیلئے دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کے افتراق کو دور فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی عید کی خوشیاں عطا کرے۔ دنیا کے ظالم حکمرانوں کا جلد خاتمہ کرے اور انصاف پسند راہ نما دنیا کو ملیں۔ آمین۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل 13/اپریل 2024ء)

129 واں جلسہ سالانہ قادیان
مورخہ 27، 28 اور 29/دسمبر 2024ء کو منعقد ہوگا

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 129 ویں جلسہ سالانہ قادیان 2024ء کیلئے مورخہ 27، 28 اور 29/دسمبر 2024ء (بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار) کی تاریخوں کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ احباب جماعت ابھی سے دعاؤں کے ساتھ اس مبارک جلسہ میں شمولیت کی نیت کر کے تیاری شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ احباب جماعت کو اس جلسہ میں شامل ہو کر اس للّٰہی جلسہ سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز جو دعائیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے شاملین جلسہ کیلئے کی ہیں ہم سب کو ان کا وارث بنائے۔ آمین۔ اسی طرح اس جلسہ سالانہ کے ہر لحاظ سے کامیاب اور بابرکت ہونے نیز سعید روحوں کی ہدایت کا موجب بننے کیلئے دعائیں جاری رکھیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

(ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان)

سالانہ اجتماعات ذیلی تنظیمات 2024ء

سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ذیلی تنظیمات مجلس خدام الاحمدیہ، مجلس انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کے سالانہ اجتماعات کیلئے مورخہ 25، 26، 27/اکتوبر 2024ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار کی تاریخوں کی ازراہ شفقت منظوری عنایت فرمائی ہے۔ احباب اس کے مطابق دعاؤں کے ساتھ ان اجتماعات میں شمولیت کی ہر ممکن کوشش کریں۔

(صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت)

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا ہے بڑا کریم اور سخی ہے، جب بندہ اس کے حضور دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی اور نا کام واپس کرنے سے شرماتا ہے (الحدیث)

اس آیت میں جب اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ ''میرے بندے'' تو ان بندوں سے مراد ہے جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا عبد بننا چاہتے ہیں، حقیقی توبہ کرنا چاہتے ہیں اور کرتے ہیں

وہ لوگ خود اپنا جائزہ لے لیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے بڑی دعا کی، بہت سجدے کیے، بہت نفل پڑھے لیکن ہمارے مقصد حاصل نہیں ہوئے
کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کر لیا؟ کیا انہوں نے اپنی ایمانی حالت کو اس معیار پر پہنچا دیا کہ کوئی طوفان انہیں ہلا نہ سکے؟

''جو شخص ایمان لاتا ہے اسی کو عرفان دیا جاتا ہے'' (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

''دعا خدا تعالیٰ کی ہستی کا زبردست ثبوت ہے'' (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

''دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے'' (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

اکثر لوگ پوچھتے ہیں کہ کس طرح پتہ چلے کہ دعا قبول ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ راضی ہوا ہے؟ ان کو یہ جواب ہے کہ پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے

''حصولِ فضل کا اقرب طریق دعا ہے اور دعا کامل کے لوازمات یہ ہیں کہ اس میں رقّت ہو، اضطراب اور گدازش ہو
جو دعا عاجزی، اضطراب اور شکستہ دلی سے بھری ہوئی ہو وہ خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچ لاتی ہے'' (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

''دعا ایک استقلال اور مداومت کو چاہتی ہے'' (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

''یاد رکھو! دعا ایک موت ہے اور جیسے موت کے وقت اضطراب اور بے قراری ہوتی ہے اسی طرح پر دعا کیلئے بھی ویسا ہی اضطراب اور جوش ہونا ضروری ہے'' (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

''سب سے اوّل اور ضروری دعا یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو گناہوں سے پاک صاف کرنے کی دعا کرے، ساری دعاؤں کا اصل اور جزو یہی ہے'' (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

''سائل کا کام نہیں ہے کہ وہ فی الفور عطا نہ کیے جانے پر شکایت کرے اور بدظنی کرے بلکہ استقلال اور صبر سے مانگتا چلا جاوے'' (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

''دعا کے اندر قبولیت کا اثر اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ انتہائی درجہ کے اضطرار تک پہنچ جاتی ہے'' (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

''دعا عمدہ شئے ہے، اگر توفیق ہو تو ذریعہ مغفرت کا ہو جاتی ہے'' (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

''بڑی مشکل یہ ہے کہ لوگ دعا کی حقیقت اور حالت سے محض ناواقف ہیں
اور اسی وجہ سے اس زمانہ میں بہت سے لوگ اس سے منکر ہو گئے ہیں کیونکہ وہ ان تاثیرات کو نہیں پاتے'' (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

''جبکہ دوسرے اشیاء میں تاثیرات موجود ہیں تو کیا وجہ ہے کہ باطنی دنیا میں تاثیرات نہ ہوں'' (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

''بڑا ہی خوش قسمت وہ شخص ہے جس کو دعا پر ایمان ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عجیب در عجیب قدرتوں کو دیکھتا ہے اور خدا تعالیٰ کو دیکھ کر ایمان لاتا ہے کہ وہ قادر کریم خدا ہے''

''نماز اور دعا جب تک انسان غفلت اور کسل سے خالی نہ ہو تو وہ قبولیت کے قابل نہیں ہوا کرتی'' (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

''یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا بالکل مطیع ہو اور پھر اس کی دعا قبول نہ ہو، ہاں یہ ضروری ہے کہ اس کے مقررہ شرائط کو کامل طور پر ادا کرے''

''وہ لوگ اس مقام پر ذرا خاص غور کریں جو کہتے ہیں کہ جب دعا ہوئی تو اسباب کی کیا ضرورت ہے؟
وہ نادان سوچیں کہ دعا بجائے خود ایک مخفی سبب ہے جو دوسرے اسباب کو پیدا کر دیتا ہے'' (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

''اسباب سے کام نہ لینا اور نری دعا سے کام لینا یہ آداب الدعا سے ناواقفی ہے اور خدا تعالیٰ کو آزمانا ہے اور نرے اسباب پر گر رہنا اور دعا کو لاشی محض سمجھنا یہ دہریت ہے''

رمضان کا اب آخری عشرہ شروع ہو رہا ہے اس میں خاص طور پر ہمیں اللہ تعالیٰ کے حکموں کو اپنا لائحہ عمل بناتے ہوئے، ایمان میں مضبوط ہوتے ہوئے،
راتوں کو اٹھ کر اس کے حضور جھکتے ہوئے اس کے قرب کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تا کہ ہم اس ہدایت کو پانے والے ہوں جس پر اللہ تعالیٰ ہمیں چلانا چاہتا ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پُر معارف ارشادات کی روشنی میں دعا اور اس کی قبولیت کی حکمت اور فلاسفی کا بیان

جماعت کی ترقی، یمن اور پاکستان میں پابندِ سلاسل اسیرانِ راہِ مولیٰ اور مظلوم فلسطینیوں کیلئے دعاؤں کی تحریک

اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان مظلوموں کو ان ظالموں سے نجات دے اور ہمیں بھی ان مظلوموں کیلئے دعا کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 29/مارچ 2024ء بمطابق 29/امان 1403 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ (البقرۃ:187) اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت روزوں کے احکام کے ساتھ رکھی ہے بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ بیچ میں رکھی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ دعاؤں کا رمضان اور روزوں کے ساتھ بھی خاص تعلق ہے۔ ہر مسلمان اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ رمضان اور دعاؤں کا ایک خاص تعلق ہے۔ تبھی تو رمضان میں خاص طور پر نمازوں، نوافل، تہجد، تراویح وغیرہ کی طرف خاص توجہ پیدا ہوتی ہے۔ ہر حقیقی مسلمان کو یہ احساس ہے کہ ان دنوں میں خدا تعالیٰ کے خاص پیار کی نظر اپنے بندوں پر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تو عام دنوں میں بھی اپنے بندوں پر پیار کی نظر ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں بندے کے گمان کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہوں۔ جس وقت بندہ مجھے یاد کرتا ہے مَیں اس وقت اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو مَیں اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ میرا ذکر محفل میں کرے تو مَیں اس کا ذکر محفل میں کروں گا۔ اگر وہ میری طرف ایک بالشت بھر آئے تو مَیں اسکی طرف ایک ہاتھ جاؤں گا۔ اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ آئے گا تو مَیں اس کی طرف دو ہاتھ جاؤں گا۔ اگر وہ میری طرف چل کر آئے تو مَیں اسکی طرف دوڑ کر آؤں گا۔

(صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب مایذکر فی الذات والنعوت……حدیث 7405)

پس اللہ تعالیٰ تو عام حالات میں بھی بندے سے یہ سلوک فرماتا ہے اور جب رمضان کا مہینہ ہو جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے کا مہینہ ہے، پورا ماحول ہی انسان کو اس حالت میں کرنے والا ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے تو پھر اللہ تعالیٰ کس قدر مہربان ہو گا! اس کا ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ سب باتیں دل کی گہرائی سے ہوں۔ ایمان پر مضبوط ہوتے ہوئے ہوں نہ کہ سطحی طور پر۔

پھر اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر مہربانی کی مثال دیتے ہوئے ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا ہے۔ بڑا کریم اور سخی ہے۔ جب بندہ اس کے حضور دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔

صدق دل سے مانگی ہوئی دعا کو ردّ نہیں کرتا۔ قبول کر لیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد، باب تفریع ابواب الوتر، باب الدعاء حدیث 1488) پس یہ حالت اس وقت میسّر ہوتی ہے جب ہاتھ بلند ہوں۔ جب صدق دل سے انسان مانگے اور صدق دل سے مانگنے کیلئے ضروری ہے کہ گذشتہ گناہوں سے مکمل بچنے اور حقیقی توبہ کا عہد کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف آئے۔ پس ہم بعض دفعہ جلد بازی میں کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے دعا کی اور قبول نہیں ہوئی لیکن اپنی حالت کو نہیں دیکھتے کہ کتنا صدقِ دل ہے، کتنی سچائی سے اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہم بڑھ رہے ہیں۔ کتنی سچائی سے ہم پچھلے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے آئندہ گناہوں سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق پر چلنے کا عہد کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ وہ تو ہمارے دل کا حال جانتا ہے۔ ہماری پاتال تک سے واقف ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کیلئے اس کے کھلے دَر میں داخل ہونے کیلئے اس کے لوازمات بھی پورے کرنے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور شفقت بندوں پر اس قدر ہے کہ ہر سال خاص طور پر رمضان میں ہمیں لا کر یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ اگر عام دنوں میں بھول چُوک ہو گئی ہے تو اب اس مہینے کی برکات سے فائدہ اٹھا کر میری طرف آؤ اور میرے بندوں میں شامل ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ خاص طور پر ان دنوں میں اپنے بندوں پر پیار کی نظر ڈالنا چاہتا ہے۔ بھولے بھٹکوں کو راہِ راست پر لانا چاہتا ہے۔ خاص ماحول کی وجہ سے بندوں کے عبادت کے معیار بلند کرنا چاہتا ہے۔

اس آیت میں جب اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ ''میرے بندے'' تو ان بندوں سے مراد ہے جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا عبد بننا چاہتے ہیں۔ حقیقی توبہ کرنا چاہتے ہیں اور کرتے ہیں۔

پس یہ حقیقی بندے بننے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے اور رمضان میں اس کا قرب پانے اور حقیقی بندے بننے کا خاص ماحول میسر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہم بڑھنے کی کوشش کریں گے تبھی ہم اس کے حقیقی بندے بن سکتے ہیں اور جب یہ حالت ہو گی تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے ایسے بندوں اور میرے سے عشق کرنے والوں کو کہہ دو کہ میں ان کی دعاؤں کو سنتا بھی ہوں اور جواب بھی دیتا ہوں۔

پس ہماری دعائیں صرف اپنی ذاتی اغراض کیلئے نہیں ہونی چاہئیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور اس کی محبت حاصل کرنے کیلئے ہونی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کیلئے ہم اسکی طرف ایک بالشت، ایک ہاتھ اور تیز چل کر جانے والے ہوں گے تو پھر اللہ تعالیٰ ہماری طرف اس سے بڑھ کر توجہ فرمائے گا اور دَوڑ کر ہماری مدد کو آئے گا، دعاؤں کو سنے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ یہ زبانی محبت کے دعوے نہیں ہیں جو تمہیں یہ مقام عطا کر دیں گے۔ نہیں، بلکہ تمہیں میری باتوں کو ماننا پڑے گا۔ میرے احکام پر عمل کرنا پڑے گا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے پڑیں گے پھر اس کے ساتھ ایمان میں مضبوطی بھی پیدا کرنی ہو گی۔ ایسا ایمان جو کبھی متزلزل نہ ہو۔ جب یہ ہو گا تو پھر ہی میرے بندوں میں، حقیقی بندوں میں شمار ہو سکتے ہو۔ اب وہ لوگ خود اپنا جائزہ لے لیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے بڑی دعا کی، بہت سجدے کیے، بہت نفل پڑھے لیکن ہمارے مقصد حاصل نہیں ہوئے۔ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کر لیا؟ کیا انہوں نے اپنی ایمانی حالت کو اس معیار پر پہنچا دیا کہ کوئی طوفان انہیں ہلا نہ سکے؟ اکثر ایسے لوگوں کا یہ حال ہے کہ بجائے اس کے کہ اپنے محبوب کی خواہشات کو پورا کریں، اپنی ضروریات کی فہرست پیش کر کے پھر کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ پورا نہ کیا تو دعاؤں کا کیا فائدہ۔

پھر خدا تعالیٰ کے وجود پر، دعاؤں کی حکمت پر، دعاؤں کی قبولیت پر سوال کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے بندوں کی نشانی نہیں ہوتی۔ یہ تو اُن لوگوں کی نشانی نہیں ہے جن کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ خالی واپس لوٹانے سے شرماتا ہے۔ پس ہمیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوال کرنے سے پہلے اپنی حالت کا جائزہ لینا چاہئے کہ کس حد تک ہم اللہ تعالیٰ کی باتوں کو مان کر اس پر عمل کر رہے ہیں۔

کس حد تک ہم اپنے ایمان میں مضبوط ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بارے میں اپنے لٹریچر میں مختلف کتابوں میں ارشادات فرمائے ہیں۔ دعا کی حکمت، اس کی قبولیت کی حکمت اور فلاسفی بڑی تفصیل سے بیان کی ہے اور وہ معیار بتائے ہیں جب دعا کو حقیقی دعا کہا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے میں آپ علیہ السلام کے کچھ حوالے بھی پیش کروں گا کہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی بندے کون ہیں؟

آپؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں کہ خدا کے وجود پر دلیل کیا ہے؟ اس کا یہ جواب ہے کہ مَیں بہت نزدیک ہوں یعنی کچھ بڑے دلائل کی حاجت نہیں۔ میرا وجود نہایت اقرب طریق سے سمجھ آ سکتا ہے اور نہایت آسانی سے میری ہستی پر دلیل پیدا ہوتی ہے اور وہ دلیل یہ ہے کہ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارے تو مَیں اس کی سنتا ہوں اور اپنے الہام سے اس کی کامیابی کی بشارت دیتا ہوں جس سے نہ صرف میری ہستی پر یقین آتا ہے بلکہ میرا قادر ہونا بھی بپایہ یقین پہنچتا ہے لیکن چاہئے کہ لوگ ایسی حالت تقویٰ اور خدا ترسی کی پیدا کریں کہ میں ان کی آواز سنوں۔'' یہ بڑی اہم شرط ہے۔ سنتا ہوں لیکن پہلے تقویٰ کی حالت پیدا کرو، خدا ترسی کی پیدا کرو پھر مَیں آواز سنوں گا اور فرمایا کہ ''نیز چاہئے کہ وہ مجھ پر ایمان لاویں اور قبل اس کے جو ان کو معرفتِ تامہ ملے اس بات کا اقرار کریں کہ خدا موجود ہے اور تمام طاقتیں اور قدرتیں رکھتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ مکمل معرفت مل جائے۔ دعاؤں کی قبولیت سے اسکے نشانات بھی مل جائیں لیکن اس سے پہلے اس بات پہ یقین اور ایمان ہونا چاہئے کہ خدا موجود ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان مضبوط کرو۔ ایمان بالغیب ہو اور پھر یہ ہے کہ ''وہ تمام طاقتیں اور قدرتیں رکھتا ہے کیونکہ جو شخص ایمان لاتا ہے اسی کو عرفان دیا جاتا ہے۔''

(ایام الصلح، روحانی خزائن، جلد 14، صفحہ 260-261)

ایمان پہلے ہو گا تو پھر عرفان بھی ملے گا۔ پس ایمان کا اعلیٰ معیار ہو گا تو پھر ہی قبولیت دعا کے نظارے بھی ہوں گے۔ یہ نہیں کہ کسی ابتلا سے انسان ڈانواں ڈول ہو جائے۔ یہ دلیل اللہ تعالیٰ نے اپنے ہونے کی بتائی ہے کہ دعا سنتا ہوں۔ پس اگر دعا سنی نہیں گئی تو اس تعلق میں کمی ہے جو دو دوستوں میں ہوتا ہے اور اس کمی کو پورا کرنے کا طریق بھی بتا دیا کہ تقویٰ کی حالت پیدا کرو۔ اس بات پر کامل یقین ہو اور اس کا اقرار کرو کہ خدا موجود ہے۔ اس کے وجود پر ایمان بالغیب ہو اور تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کامل یقین ہو کہ وہ تمام طاقتیں اور قوتیں رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ اَور کوئی نہیں جو تمام طاقتیں رکھتا ہو۔ پس یہ معیار دعا کی قبولیت کے کم از کم معیار ہیں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ''اگر میرے بندے میرے وجود سے سوال کریں کہ کیونکر اسکی ہستی ثابت ہے اور کیونکر سمجھا جائے کہ خدا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مَیں بہت ہی نزدیک ہوں۔ مَیں اپنے پکارنے والے کو جواب دیتا ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے تو مَیں اسکی آواز سنتا ہوں اور اس سے ہمکلام ہوتا ہوں۔ پس چاہئے کہ اپنے تئیں ایسے بنا ویں کہ مَیں ان سے ہمکلام ہو سکوں۔'' یعنی اپنی حالتوں کو پہلے ٹھیک کرے جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہو ''اور مجھ پر کامل ایمان لاویں تا ان کو میری راہ ملے۔'' (لیکچر لاہور، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 159)

ہدایت کی راہ تبھی ملے گی۔

پس یہ یقین کامل پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس طریق پر عمل کرنے اور ان شرائط پہ چلنے کی ضرورت ہے

جو پہلے بیان ہوئی ہیں۔ مَیں نے ابھی بیان کی ہیں یعنی نمبر ایک: حالت تقویٰ ہو اور خدا ترسی پیدا ہو۔ نمبر دو: اس بات پر کامل ایمان ہو کہ خدا ہے۔ تجربہ ہے یا نہیں ایمان بالغیب ہے۔ کامل ایمان ہے کہ خدا ہے اور نمبر تین: اس بات پر کامل یقین کہ وہ کامل طاقتیں اور قدرتیں رکھتا ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی کام نہیں ہوا تو کہہ دیا اس کی طاقت نہیں ہے اور شکوہ شروع ہو گیا۔ اس بات پر یقین ہو کہ وہ کامل طاقتیں اور قدرتیں رکھتا ہے۔

پس دعاؤں کے قبول نہ ہونے سے مایوسی کی باتیں کرنے والے اور خدا تعالیٰ کی ذات پر شک کرنے والے پہلے اپنے جائزے لیں کہ کیا یہ تین حالتیں ان میں ہیں اور جو بھی حالات ہوں وہ اس پر قائم رہیں گے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایمان کی یہ حالت ہو اور پھر اللہ تعالیٰ کی ذات پر شک بھی ہو۔

پھر ایک جگہ آپؑ نے فرمایا: ''وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ (البقرہ: 187) کے یہی معنے ہیں کہ اگر سوال ہو کہ خدا کا علم کیونکر ہوا تو جواب یہ ہے کہ اسلام کا خدا بہت قریب ہے۔ اگر کوئی اسے سچے دل سے بلاتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے۔ دوسرے فرقوں کے خدا قریب نہیں ہیں'' یعنی دوسرے مذاہب کے ''بلکہ اس قدر دُور ہیں کہ ان کا پتہ ہی ندارد۔ اعلیٰ سے اعلیٰ غرض عابد اور پرستار کی یہی ہے کہ اس کا قرب حاصل ہو اور یہی ذریعہ ہے'' ایک صحیح عابد کی اعلیٰ غرض یہی ہونی چاہئے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ اس کی محبت دل میں پیدا ہو ''جس سے اس کی ہستی پر یقین حاصل ہوتا ہے۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرہ: 187) کے بھی یہی معنے ہیں کہ وہ جواب دیتا ہے گونگا نہیں ہے۔ دوسرے تمام دلائل اسکے آگے ہیچ ہیں۔ کلام ایک ایسی شے ہے جو کہ دیدار کے قائم مقام ہے۔'' (ملفوظات، جلد 7، صفحہ 107، ایڈیشن 1984ء) پس سچے دل سے بلانا ضروری ہے اور سچے دل سے بلانا کیا ہے کہ اس کی بات مانی جائے اور اس پر ایمان مضبوط ہو۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ''جب میرا بندہ میری بابت سوال کرے پس مَیں بہت ہی قریب ہوں۔ مَیں پکارنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ پکارتا ہے۔'' فرمایا کہ ''بعض لوگ اسکی ذات پر شک کرتے ہیں۔ پس میری ہستی کا نشان یہ ہے کہ تم مجھے پکارو اور مجھ سے مانگو۔ مَیں تمہیں پکاروں گا اور جواب دوں گا اور تمہیں یاد کروں گا۔'' جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے مَیں تمہیں یاد کرتا ہوں اور تم مجھے یاد کرتے ہو۔ دل میں یا محفل میں۔ فرمایا کہ ''اگر یہ کہو کہ ہم پکارتے ہیں پر وہ جواب نہیں دیتا۔'' یہ سوال اٹھتا ہے پہلے بھی ذکر ہو چکا کہ ہم پکارتے ہیں جواب نہیں دیتا ''تو دیکھو'' فرمایا کہ ''تو دیکھو کہ تم ایک جگہ کھڑے ہو کر ایک ایسے شخص کو جو تم سے بہت دُور ہے پکارتے ہو اور تمہارے اپنے کانوں میں کچھ نقص ہے۔''

پس پہلی بات یہ ہے کہ دُور کھڑے ہونے سے تو فائدہ کوئی نہیں۔ قریب آؤ اور محبت سے قربت ملے گی۔ وہ محبت اللہ تعالیٰ کی دل میں پیدا کرو۔ اپنے کانوں میں کچھ نقص ہے۔ کمزوریٔ ایمان بھی کانوں میں نقص ڈالنا ہی ہے۔ اس کمزوریٔ ایمان کو دُور کر کے ایمان کو مضبوط کرو پھر قربت ملے گی۔ ''وہ شخص تو تمہاری آواز سن کر تم کو جواب دے گا'' آپؑ نے مثال دی کہ دُور سے آوازیں دے رہے ہو، تمہاری ہلکی سی آواز بھی اس کو پہنچ گئی یا واضح بھی پہنچ گئی تو وہ تمہیں جواب دے گا ''مگر جب وہ دُور سے جواب دے گا'' اور وہ دُور سے جواب دے گا ''تو تم بباعث بہرا پن کے سن نہیں سکو گے۔''

اللہ تعالیٰ جواب دے بھی دے تو کیونکہ تمہارے ایمان میں مضبوطی نہیں ہے، تمہاری محبت میں کمی ہے، اس کی باتوں پر عمل نہیں کر رہے تو یہ تمہارے کانوں کا بہرا پن ہے جس کی وجہ سے تم اس کی آواز کو سن نہیں سکتے۔ اب اللہ تعالیٰ جواب دے بھی دے تو تم یہی کہو گے اس نے جواب نہیں دیا حالانکہ اس نے جواب دیا تھا کہ تم نے اگر اونچی آواز سننی ہے تو اپنی حالت کو بہتر کرو۔ لیکن تم بہرا پن کی وجہ سے وہ آواز بھی نہیں سن رہے۔

فرمایا کہ ''پس جوں جوں تمہارے درمیانی پردے اور حجاب اور دُوری دُور ہوتی جائے گی تو تم ضرور آواز کو سنو گے۔'' تقویٰ میں بڑھتے جائیں گے تو آواز کو سننے کی طرف توجہ پیدا ہوتی جائے گی۔ فرمایا کہ ''جب سے دنیا کی پیدائش ہوئی ہے اس بات کا ثبوت چلا آتا ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو رفتہ رفتہ بالکل یہ بات نابود ہو جاتی کہ اسکی کوئی ہستی ہے بھی۔

پس خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت کا سب سے زبردست ذریعہ یہی ہے کہ ہم اسکی آواز کو سن لیں یا دیدار یا گفتار۔'' بعض دفعہ اللہ تعالیٰ دکھا دیتا ہے اور بعض دفعہ صرف آواز سناتا ہے۔ ''پس آج کل کا گفتار قائم مقام ہے دیدار کا'' آج کل کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارے مل جائیں وہی اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے قائم مقام ہیں ''ہاں جب تک خدا کے اور اسکے سائل کے درمیان کوئی حجاب ہے اس وقت تک ہم سن نہیں سکتے۔'' گفتار بھی اگر ہے تو سن نہیں سکتے کیونکہ حجاب ہے، پردے ہیں ''جب درمیانی پردہ اٹھ جاوے گا تو اسکی آواز سنائی دے گی۔'' (ملفوظات، جلد 7، صفحہ 227، ایڈیشن 1984ء) پس قریب آؤ۔ خالص محبت پیدا کرو تو یہ قربت ملے گی۔ حجاب دُور ہو گا۔ جواب تو دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے مَیں دیتا ہوں تم سن نہیں سکتے اور پہلا جواب یہ ہے کہ محبت میں بڑھو۔ محبت میں بڑھو گے تو بہرا پن بھی دُور ہو جائے گا۔

پھر آپ علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ''دعا خدا تعالیٰ کی ہستی کا زبردست ثبوت ہے چنانچہ خدا تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرۃ: 187) یعنی جب میرے بندے تجھ سے سوال کریں کہ خدا کہاں ہے اور اس کا کیا ثبوت ہے تو کہہ دو کہ وہ بہت ہی قریب ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے تو مَیں اسے جواب دیتا ہوں یہ جواب کبھی رؤیا صالحہ کے ذریعہ ملتا ہے۔'' سچی خوابیں آجاتی ہیں۔ ان کے ذریعے جواب مل جاتا ہے ''اور کبھی کشف اور الہام کے واسطے سے اور علاوہ بریں دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کا اظہار ہوتا ہے۔'' اس کے علاوہ بھی خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کا اظہار دعاؤں کے ذریعہ سے ہو جاتا ہے۔ خود بخود پتہ لگ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری آواز سن لی، ہماری دعا سن لی اور اسکے نتیجے میں یہ باتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ فرمایا ''اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا قادر ہے کہ مشکلات کو حل کر دیتا ہے۔ غرض دعا بڑی دولت اور طاقت ہے اور قرآن شریف میں جا بجا اس کی ترغیب دی ہے اور ایسے لوگوں کے حالات بھی بتائے ہیں جنہوں نے دعا کے ذریعہ اپنی مشکلات سے نجات پائی۔ انبیاء علیہم السلام کی زندگی کی جڑ اور ان کی کامیابیوں کا اصل اور سچا ذریعہ یہی دعا ہے۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں'' فرماتے ہیں کہ ''مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی ایمانی اور عملی طاقت کو بڑھانے کے واسطے دعاؤں میں لگے رہو۔ دعاؤں کے ذریعہ سے ایسی تبدیلی ہو گی جو خدا تعالیٰ کے فضل سے خاتمہ بالخیر ہو جاوے گا۔''

(ملفوظات، جلد 7، صفحہ 268-269، ایڈیشن 1984ء)

یہ پرانی باتیں نہیں ہیں۔ آج کے زمانے میں بھی اسکی مثالیں ملتی ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جو اپنی دعاؤں کی قبولیت کے واقعات لکھتے ہیں۔ مختلف وقتوں میں مَیں واقعات بتاتا بھی رہتا ہوں۔ خدا کے وجود پر ریویو آف ریلیجنز نے پروگرام کیا تھا اس میں بھی کئی لوگوں نے دعا کی قبولیت کے واقعات بیان کیے بلکہ اللہ تعالیٰ اس قدر نوازتا ہے کہ بعض دفعہ ایمان کی مضبوطی کیلئے ہی دعاؤں کو قبول کر کے، ان کو قبولیت کا درجہ دے کے پکارنے والے کی آواز سن کر پھر اپنی قدرت کا جلوہ دکھا دیتا ہے۔ جو کمزور ایمان پہ ہیں ان کو بھی بعض دفعہ ایمان میں مضبوطی پیدا کرنے کیلئے دکھا دیتا ہے۔ ایسے بھی سینکڑوں لوگ ہیں جو مجھے خط لکھتے رہتے ہیں۔ میرے پاس مجھے آ کے بتاتے بھی ہیں۔

دعا کی معرفت کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں: ''معرفت فضل کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے اور پھر فضل کے ذریعہ سے ہی باقی رہتی ہے۔ فضل معرفت کو نہایت مصفّٰی اور روشن کر دیتا ہے اور حجابوں کو درمیان سے اٹھا دیتا ہے اور نفسِ امارہ کیلئے گرد و غبار کو دُور کر دیتا ہے اور روح کو قوّت اور زندگی بخشتا ہے اور نفسِ امارہ کو امارگی کے زندان سے نکالتا ہے۔'' یعنی نفس امارہ کو جو گناہوں کی طرف ابھارنے والا نفس ہے اس کو اس قید سے نکالتا ہے، اپنے نفس کی قید سے نکالتا ہے ''اور بدخواہشوں کی پلیدی سے پاک کرتا ہے اور نفسانی جذبات کے تند سیلاب سے باہر لاتا ہے۔'' جس طرح پانی کا سیلاب آتا ہے اس طرح نفسانی جذبات کا ایک سیلاب ہے، گناہوں کا سیلاب ہے اس سے انسان کو باہر نکالتا ہے۔ ''تب انسان میں ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور وہ بھی گندی زندگی سے طبعاً بیزار ہو جاتا ہے کہ بعد اسکے پہلی حرکت جو فضل کے ذریعہ سے روح میں پیدا ہوتی ہے وہ دعا ہے۔ یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دعا کرتے ہیں اور تمام نماز دعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں کیونکہ وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اَور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔'' یہ ظاہری نمازیں ہم نے پڑھ لیں، آئے اور جلدی جلدی پانچ منٹ میں نماز پڑھ لی۔ فارغ ہو گئے۔ یہ نمازیں نہیں۔ یہ دعائیں نہیں۔ اس کیلئے معرفت چاہئے اور وہ جو معرفت پیدا ہو تو پھر اس دعا کا مزہ ہی اَور ہوتا ہے۔ اس نماز کا مزہ ہی اَور ہوتا ہے۔

فرمایا پیدا ہوتی ہے اور وہ اَور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ ''وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔'' ایک سیلاب ہے لیکن وہ سیلاب بھی کشتی بن جاتا ہے اور منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ ''ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔'' (لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 222) پس خوش قسمت ہیں ہم میں سے وہ جو اس معرفت کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ''دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے۔ دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔ دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔''

اکثر لوگ پوچھتے ہیں کہ کس طرح پتہ چلے کہ دعا قبول ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ راضی ہوا ہے؟ ان کو یہ جواب ہے کہ پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے تعلق میں انسان اس وقت بڑھے گا جب پاک تبدیلی پیدا ہو گی۔ جب پاک تبدیلی پیدا ہو گی تو دعاؤں کی قبولیت کے نشان بھی ملیں گے۔ فرمایا کہ ''انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنے صفات میں تبدیلی کرتا ہے اور اسکے صفات غیر متبدل ہیں مگر تبدیلی یافتہ کیلئے اسکی ایک الگ تجلّی ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔'' یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفات تبدیل ہو جاتی ہیں۔ وہ نہیں بدلی جا سکتیں لیکن ایسے تبدیلی پیدا کرنے والے کیلئے اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کر دیتا ہے کہ اس کو لگتا ہے کہ جس طرح صفات میں کوئی تبدیلی ہو گئی حالانکہ صفات وہی ہیں لیکن اس کا اظہار اب شروع ہو گیا۔ فرمایا کہ ''گویا وہ اَور خدا ہے حالانکہ اَور کوئی خدا نہیں مگر نئی تجلّی نئے رنگ میں اس کو ظاہر کرتی ہے تب اس خاص تجلّی کی شان میں اس تبدیل یافتہ کیلئے وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کیلئے نہیں کرتا۔ یہی وہ خوارق ہے۔'' (لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 223)

پھر آپ علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں: ''اللہ جلّ شانہ نے جو دروازہ اپنی مخلوق کی بھلائی کیلئے کھولا ہے وہ ایک ہی ہے یعنی دعا۔ جب کوئی شخص بکاء و زاری سے اس دروازہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ مولائے کریم اس کو پاکیزگی و طہارت کی چادر پہنا دیتا ہے اور اپنی عظمت کا غلبہ اس پر اس قدر کر دیتا ہے کہ بے جا کاموں اور ناکارہ حرکتوں سے

وہ کوسوں بھاگ جاتا ہے۔‘‘(ملفوظات، جلد5، صفحہ 438، ایڈیشن 1984ء) بہت زیادہ دُور، میلوں دُور ہو جاتا ہے۔ پس حقیقی دعا کی یہ خصوصیت ہے کہ فضول کاموں اور لغویات سے وہ دُور ہو جاتا ہے۔ پاکیزگی اس کی فطرت میں آجاتی ہے۔ وہ صرف دنیاوی مقاصد کیلئے دعا نہیں کرتا بلکہ اپنے دین اور تقویٰ میں بڑھنے کیلئے بھی دعا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت مانگنے کیلئے دعا کرتا ہے اور یہی ایک حقیقی مومن کی نشانی ہے۔ یہی ایمان میں کامل ہونے کی نشانی ہے ایمان میں بڑھنے کی نشانی ہے۔

پھر دعا کی گہرائی کو مزید کھولتے ہوئے آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں: ’’حصولِ فضل کا اقرب طریق دعا ہے اور دعا کامل کے لوازمات یہ ہیں کہ اس میں رِقّت ہو، اضطراب اور گدازش ہو۔ جو دعا عاجزی، اضطراب اور شکستہ دلی سے بھری ہوئی ہو وہ خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچ لاتی ہے۔‘‘

انتہائی عاجزی سے رقّت پیدا ہو۔ رو رو کے انسان دعا کرے۔ ’’اور قبول ہو کر اصل مقصد تک پہنچاتی ہے مگر مشکل یہ ہے کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی‘‘ اس کیلئے بھی، اس حالت کو پیدا کرنے کیلئے بھی اللہ کا فضل مانگنا پڑے گا ’’اور پھر اس کا علاج یہی ہے کہ دعا کرتا رہے خواہ کیسی ہی بے دلی اور بے ذوقی ہو لیکن یہ سیر نہ ہو۔ تکلف اور تصنّع سے کرتا ہی رہے۔ اصلی اور حقیقی دعا کے واسطے بھی دعا ہی کی ضرورت ہے۔‘‘

مسلسل اللہ تعالیٰ سے لگا رہے، اللہ تعالیٰ کا پیچھا نہ چھوڑے کہ جب تک وہ حالت پیدا نہیں ہوگی مَیں نے نہیں اٹھنا تب یہ حالت پیدا ہو جائے گی اور پھر اسکے فضل نازل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

’’بہت سے لوگ دعا کرتے ہیں اور انکا دل سیر ہو جاتا ہے‘‘ کچھ دیر دعا کرنے کے بعد دل بھر جاتا ہے۔ ’’وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ کچھ نہیں بنتا مگر ہماری نصیحت یہ ہے کہ اس خاک بیزی ہی میں برکت ہے۔‘‘ بظاہر یہ لگتا ہے کہ خاک چھان رہے ہو لیکن خاک چھاننے میں ہی برکت ہے۔ آخر اس میں برکت پڑ جاتی ہے ’’کیونکہ آخر گوہرِ مقصود اسی سے نکل آتا ہے اور ایک دن آجاتا ہے کہ جب اسکا وہ دل زبان کے ساتھ متفق ہو جاتا ہے۔‘‘ وہ مقصد جو حاصل ہونا ہوتا ہے وہ آخر اس کو مل جاتا ہے یا جو حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے وہ مقصد اس کو مل جاتا ہے۔ فرمایا: ’’جب اسکا وہ دل زبان کے ساتھ متفق ہو جاتا ہے اور پھر خود ہی وہ عاجزی اور رقّت جو دعا کے لوازمات ہیں پیدا ہو جاتے ہیں‘‘ یعنی جو زبان سے کہہ رہا ہے وہ دل کی حالت ہو جاتی ہے۔ جب وہ ایک ہو جاتے ہیں تو پھر دعا کے لوازمات بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ ’’جو رات کو اٹھتا ہے خواہ کتنی ہی عدم حضوری اور بے صبری ہو لیکن اگر وہ اس حالت میں بھی دعا کرتا ہے کہ الٰہی! دل تیرے ہی قبضہ اور تصرف میں ہے تُو اس کو صاف کر دے اور عین قبض کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے بسط چاہے۔‘‘ بڑا دل گھٹا ہوا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسکی حالت میں ایک کشائش پیدا ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف رجحان پیدا ہو، رغبت پیدا ہو، اس کی محبت بڑھے ’’تو اس قبض میں سے بسط نکل آئے گی۔‘‘ یہ دل کی جو بظاہر تنگی ہوتی ہے اس میں سے بھی انسان کا دل کھل جاتا ہے ’’اور رقّت پیدا ہو جائے گی۔‘‘ دل کھلنا کیا ہے پھر دعاؤں میں رقّت پیدا ہو جائے گی۔ انسان کو رونا آئے گا ’’یہی وہ وقت ہوتا ہے جو قبولیت کی گھڑی کہلاتا ہے۔‘‘ جب ایسی حالت پیدا ہو جائے تو سمجھو کہ یہ قبولیت کی گھڑی ہوگئی ’’وہ دیکھے گا کہ اس وقت روح آستانہ الوہیت پر پانی کی طرح بہتی ہے اور گویا ایک قطرہ ہے جو اوپر سے نیچے کی طرف گرتا ہے۔‘‘

(ملفوظات، جلد6، صفحہ 93-94، ایڈیشن 1984ء)

جب یہ حالت ہوتی ہے تو انسان کو خود بخود محسوس ہوتا ہے کہ اب قبولیتِ دعا کا وقت ہے اور پھر اس بات پر بھی یقین ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اب جو میرے لیے کرے گا وہی میرے لیے بہتر ہوگا۔ یہ نہیں ہے کہ جو مَیں نے کہا ہے وہی ہو بلکہ پھر رقّت کے بعد یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے، تسلی ہوتی ہے کہ اب خدا تعالیٰ اس دعا کے بعد اسکے نتیجے میں جو بھی میرے لیے کرے گا وہی میرے لیے بہتر ہے۔ یہ ایمان بڑھ جاتا ہے، کوئی شکوہ دل میں نہیں رہتا۔ پس یہ وہ حالت ہے جو ہمیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس کیلئے ہمیں اپنے جائزے بھی لینے چاہئیں۔

پھر اسکی مزید وضاحت فرماتے ہوئے ایک جگہ آپؑ نے فرمایا: ’’دعا تو ایک ایسی چیز ہے جو ہر مشکل کو آسان کر دیتی ہے۔ دعا کے ساتھ مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے‘‘ فرمایا ’’لوگوں کو دعا کی قدر و قیمت معلوم نہیں وہ بہت جلد ملول ہو جاتے ہیں اور ہمت ہار کر چھوڑ بیٹھتے ہیں حالانکہ دعا ایک استقلال اور مداومت کو چاہتی ہے۔ جب انسان پوری ہمت سے لگا رہتا ہے تو پھر ایک بد خلقی کیا ہزاروں بد خلقیوں کو اللہ تعالیٰ دُور کر دیتا ہے اور اسے کامل مومن بنا دیتا ہے لیکن اسکے واسطے اخلاص اور مجاہدہ شرط ہے جو دعا ہی سے پیدا ہوتا ہے۔‘‘ (ملفوظات، جلد6، صفحہ 404، ایڈیشن 1984ء) کہ اخلاص ہو، ایک مجاہدہ ہو، لگاتار کوشش ہو۔ پس یہ شرط ہے جو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کیلئے ہمیں اپنے دل کو ٹٹولنے کی ضرورت ہے کہ کیا یہ اخلاص اور مجاہدہ کی حالت ہم میں پیدا ہوگئی ہے یا ہم پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ مجاہدہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ مسلسل کوشش کرتے چلے جانا اور تھکنا نہیں۔ دنیاوی کاموں میں ہم کوشش کرتے نہیں تھکتے تو خدا کا قرب پانے میں کیوں تھکیں۔

پھر اسکی فلاسفی کو بیان فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: ’’انسان کو چاہئے کہ اس زندگی کو اس قدر قبیح خیال کر کے اس سے نکلنے کیلئے کوشش کرے اور دعا سے کام لے کیونکہ جب وہ حق تدبیر کا ادا کرتا ہے اور پھر سچی دعاؤں سے کام لیتا ہے تو آخر اللہ تعالیٰ اس کو نجات دے دیتا ہے اور وہ گناہ کی زندگی سے نکل آتا ہے کیونکہ دعا بھی کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ وہ بھی ایک موت ہی ہے جب اس موت کو انسان قبول کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مجرمانہ زندگی سے جو موت کا موجب ہے بچا لیتا ہے اور اسکو ایک پاک زندگی عطا کرتا ہے۔‘‘ مجرمانہ زندگی بھی ایک موت ہی ہے۔ اگلے جہان میں جا کے جو سزائیں ملنی ہیں یا اس دنیا میں بعض دفعہ مل جاتی ہیں پس اس سے اللہ تعالیٰ بچا لیتا ہے۔ فرمایا کہ ’’بہت سے لوگ دعا کو ایک معمولی چیز سمجھتے ہیں۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ دعا یہی نہیں کہ معمولی طور پر نماز پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر بیٹھ گئے اور جو کچھ آیا منہ سے کہہ دیا اس دعا سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ دعا نری ایک مَنتر کی طرح ہوتی ہے۔‘‘ جس طرح بعض مذہب والے منتر پڑھ لیتے ہیں۔ یہ تو منتر ہی ہے ’’نہ اس میں دل شریک ہوتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں پر کوئی ایمان ہوتا ہے۔‘‘ دل سے تو آواز نکل نہیں رہی ہوتی نہ یہ اظہار ہو رہا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب قدرتوں اور طاقتوں کا مالک ہے۔

’’یاد رکھو! دعا ایک موت ہے اور جیسے موت کے وقت اضطراب اور بے قراری ہوتی ہے اسی طرح پر دعا کیلئے بھی ویسا ہی اضطراب اور جوش ہونا ضروری ہے۔ اس لئے دعا کے واسطے پورا پورا اضطراب اور گدازش جب تک نہ ہو تو بات نہیں بنتی۔ پس چاہئے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نہایت تضرع اور زاری و ابتہال کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور اپنی مشکلات کو پیش کرے اور اس دعا کو اس حد تک پہنچاوے کہ ایک موت کی سی صورت واقع ہو جاوے۔ اس وقت دعا قبولیت کے درجہ تک پہنچتی ہے۔‘‘ فرمایا ’’یہ بھی یاد رکھو کہ سب سے اوّل اور ضروری دعا یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو گناہوں سے پاک صاف کرنے کی دعا کرے۔‘‘

بڑی اہم بات ہے۔ پہلی دعا یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو گناہوں سے پاک صاف کرنے کی دعا کرے۔ ساری دعاؤں کا اصل اور جزو یہی ہے۔

فرمایا ’’ساری دعاؤں کا اصل اور جزو یہی دعا ہے‘‘ جڑ دعاؤں کی یہی ہے ’’کیونکہ جب یہ دعا قبول ہو جاوے اور انسان ہر قسم کی گندگیوں اور آلودگیوں سے پاک صاف ہو کر خدا تعالیٰ کی نظر میں مطہر ہو جاوے۔‘‘ یہ بھی بڑی اہم بات ہے۔ یہ نہیں کہ ہم نے سمجھ لیا ہم پاک ہو گئے تو خدا تعالیٰ کی نظر میں مطہر ہو جائے گا۔ اس وقت تک دعا کرتا چلا جائے جب تک تسلی نہ ہو جائے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے پاک کر دیا ہے اور اسکی نظر میں پاک ہو جاؤں۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ پھر دوبارہ برائی کا خیال نہ آئے ’’تو پھر دوسری دعائیں جو اسکی حاجاتِ ضروریہ کے متعلق ہوتی ہیں وہ اسکو مانگنی بھی نہیں پڑتیں وہ خود بخود قبول ہوتی چلی جاتی ہیں۔‘‘ جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی دوستی کا حق ادا کرتا ہے اور پھر اسکی حاجات کو پورا کرتا رہتا ہے۔ فرمایا کہ ’’بڑی مشقت اور محنت طلب یہی دعا ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاوے‘‘ گناہوں سے پاک ہونے کی یہ دعا کوئی معمولی نہیں ہے۔ یہ بہت بڑی دعا ہے۔ ’’اور خدا تعالیٰ کی نظر میں متقی اور راستباز ٹھہرایا جاوے۔‘‘ اللہ تعالیٰ کی نظر میں متقی اور راستباز ہوں۔ اپنے آپ کو نہ سمجھ لیں یا صرف لوگ نہ ہمیں سمجھیں۔ ’’یعنی اوّل اوّل جو حجاب انسان کے دل پر ہوتے ہیں ان کا دُور ہونا ضروری ہے۔ جب وہ دُور ہو گئے تو دوسرے حجابوں کے دُور کرنے کے واسطے اس قدر محنت اور مشقت کرنی نہیں پڑے گی کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل اسکے شامل حال ہو کر ہزاروں خرابیاں خود بخود دُور ہونے لگتی ہیں اور جب اندر پاکیزگی اور طہارت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ خود بخود اسکا متکفل اور متولی ہوتا ہے اور اس سے پہلے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی کسی حاجت کو مانگے اللہ تعالیٰ خود اس کو پورا کر دیتا ہے۔‘‘ چاہے وہ دنیاوی حاجات ہوں۔ وہ بھی پوری ہو جاتی ہیں۔ ’’یہ ایک باریک سر ہے‘‘ بڑا باریک راز ہے ’’جو اس وقت کھلتا ہے جب انسان اس مقام پر پہنچتا ہے۔ اس سے پہلے اس کی سمجھ میں آنا بھی مشکل ہوتا ہے لیکن یہ ایک عظیم الشان مجاہدہ کا کام ہے کیونکہ دعا بھی ایک مجاہدہ کو چاہتی ہے جو شخص دعا سے لاپرواہی کرتا ہے اور اس سے دُور رہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسکی پرواہ نہیں کرتا اور اس سے دُور ہو جاتا ہے۔ جلدی اور شتاب کاری یہاں کام نہیں

ارشادباری تعالیٰ

فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ

(سورۃ الحج:31)

ترجمہ: پس بتوں کی پلیدی سے احتراز کرو اور جھوٹ کہنے سے بچو

طالب دعا : سید عارف احمد، والد و والدہ مرحومہ اور فیملی و مرحومین (ننگل باغبانہ، قادیان)

ارشادباری تعالیٰ

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۫ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيۡرًا

(سورۃ النساء:46)

ترجمہ: اور اللہ دوست ہونے کے لحاظ سے کافی ہے
اور اللہ ہی کافی ہے بطور مددگار

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

دیتی۔‘‘ جلد بازی کام نہیں آئے گی۔’’خدا تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے جو چاہے عطا کرے اور جب چاہے عنایت فرمائے۔‘‘ جو چاہے دے اور جب چاہے دے یہ ہمیشہ ذہن میں رہنا چاہئے۔’’سائل کا کام نہیں ہے کہ وہ فی الفور عطا نہ کیے جانے پر شکایت کرے اور بدظنی کرے بلکہ استقلال اور صبر سے مانگتا چلا جاوے۔‘‘

(ملفوظات، جلد6، صفحہ 406-407، ایڈیشن 1984ء)

پس مستقل مزاجی شرط ہے اور سب سے اہم دعا اپنے آپ کو پاک کرنے کی ہے۔ایسی پاکیزگی جو خدا تعالیٰ کی نظر میں پاکیزگی ہے۔

دعا کی قبولیت کیلئے کیا حالت ہونی چاہئے اس بات کو بیان فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ’’ دعا کے اندر قبولیت کا اثر اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ انتہائی درجہ کے اضطرار تک پہنچ جاتی ہے۔

جب انتہائی درجہ اضطرار کا پیدا ہو جاتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی قبولیت کے آثار اور سامان بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ پہلے سامان آسمان پر کئے جاتے ہیں اسکے بعد وہ زمین پر اثر دکھاتے ہیں۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں‘‘ اللہ تعالیٰ دعا کو قبول کرتا ہے تو وہاں سے اس کا حکم جاری ہو جاتا ہے اور پھر اس کے اثرات زمین پہ آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے’’ بلکہ ایک عظیم الشان حقیقت ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جس کو خدائی کا جلوہ دیکھنا ہو اسے چاہئے کہ دعا کرے۔‘‘ (ملفوظات، جلد6، صفحہ 408-409، ایڈیشن 1984ء)

بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کرلیا ہے وہ ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ یہ ہوگا تو پھر دعا کی کیا ضرورت ہے؟ یہ بھی سوال اٹھتے ہیں۔اسکی وضاحت کرتے ہوئے کہ دعا کیوں ضروری ہے؟

آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ’’ اگر دعا اپنے اختیار میں ہوتی تو انسان جو چاہتا کر لیتا۔اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ فلاں دوست یا رشتہ دار کے حق میں ضرور فلاں بات ہو ہی جاوے گی‘‘ دعا کیلئے بعض لوگ کہتے ہیں ضروری نہیں ہے کہ ضرور قبول ہو جائے۔ ہمارے اختیار میں تو نہیں ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ کس طرح اس نے قبول کرنی ہے۔’’بعض وقت باوجود سخت ضرورت محسوس کرنے کے دعا نہیں ہوتی۔‘‘ دعا کیلئے کہا بھی جاتا ہے اور سخت ضرورت بھی محسوس ہو رہی ہوتی ہے لیکن وہ دل کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی ’’اور دل سخت ہو جاتا ہے چونکہ اس کے سِر سے لوگ واقف نہیں ہوتے‘‘ اس راز سے لوگ واقف نہیں ’’اس لئے گمراہ ہو جاتے ہیں۔‘‘ کہتے ہیں حالت نہیں پیدا ہوئی تو دعا کرنے کا فائدہ کیا۔فرمایا کہ’’ اس پر ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر جَفّ القلم والی بات (یعنی مسئلہ تقدیر جس رنگ میں سمجھا گیا ہے) ٹھیک ہے۔‘‘ یعنی پھر تو یہی ہوا ناں کہ جو تقدیر ہے ہمارے لیے جو مقدر ہے وہی ہونا ہے تو دعا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کوشش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا’’ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کے علم میں سب ضرور ہے‘‘ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ تو ضرور ہے کہ یہ ہوگا’’ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ فلاں کام ضرور ہی کر دیوے۔‘‘ علم میں ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طاقتوں سے باہر چلا گیا کہ وہ بات ضرور اسی طرح ہوگی’’ اگر ان لوگوں کا یہی اعتقاد ہے کہ جو کچھ ہونا تھا وہ سب ہو چکا اور ہماری محنت اور کوشش بے سود ہے تو‘‘ پھر دنیاوی مثال آپؑ نے دی ہے کہ سر میں درد ہو’’ درد سر کے وقت علاج کی طرف کیوں رجوع کرتے ہیں۔‘‘ کچھ وقت کے بعد دردِ سر آپ ہی ہٹ جائے گی یا ہونی ہے تو ہونی ہے پھر دوائی کھانے کی ضرورت کیا ہے۔’’ پیاس کیلئے ٹھنڈا پانی کیوں پیتے ہیں؟‘‘ ایسے لوگ بھی ہیں جو پانی نہیں پیتے تو ایک وقت آتا ہے پیاس خود بخود مر جاتی ہے لیکن فوری طور پر پانی پیا جاتا ہے لیکن اس سے ضروری نہیں کہ ہر ایک کی پیاس مرے۔ پیاس سے لوگ مر بھی جاتے ہیں۔اس لئے پیاس کیلئے ٹھنڈا پانی کیوں پیتے ہو؟ اس لئے کہ پیاس بجھے۔‘‘ بات یہ ہے کہ انسان کے تردّد پر بھی کچھ نہ کچھ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔‘‘ جب انسان کوشش کرتا ہے، محنت کرتا ہے، دعا کرتا ہے تو پھر اسکا نتیجہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔اس لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ ہے، یہ ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر کو دعاؤں کے ذریعے سے بدل نہیں دیتا۔ایک بیمار ہے، اسکی موت کو ڈاکٹر نے کہہ دیا کہ اب مرنے والا ہے لیکن دعاؤں کی وجہ سے اس کو نو سال، چار سال، دس سال کی زندگی مل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے وہ تقدیر بدل دی۔ یہ تو ٹھیک ہے ہر انسان کی فنا ہے لیکن اس کو لمبی زندگی اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتا ہے اور صحت مند زندگی عطا فرما دیتا ہے۔فرمایا کہ’’ دعا عمدہ شئے ہے۔ اگر توفیق ہو تو ذریعہ مغفرت کا ہو جاتی ہے۔‘‘

اگر اَور کچھ بھی نہیں ہوتا تو یہ دعا مغفرت کا ذریعہ ہی بن جاتی ہے۔ اگر وہ مقصد پورا نہ بھی ہو جس کیلئے دعا کی جاتی ہے تب بھی اللہ تعالیٰ اس دعا کو سنبھال لیتا ہے اور وہ اس دنیا میں یا اگلے جہان میں اس کیلئے مغفرت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔اس کیلئے آسانیاں پیدا کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔اس کیلئے بخشش کا ذریعہ بن جاتی ہے’’ اور اسی کے ذریعہ سے رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ مہربان ہو جاتا ہے‘‘ اور پھر خدا تعالیٰ کی مہربانیاں بھی شروع ہو جاتی ہیں۔اگر اس زندگی میں مغفرت کا انعام ملنا شروع ہو جائے تو پھر خدا تعالیٰ کی مہربانی کے جلوے بھی انسان دیکھنا شروع کر دیتا ہے۔فرمایا کہ’’ دعا کے نہ کرنے سے اوّل زنگ دل پر چڑھتا ہے‘‘ نہ کرنے سے دل پہ زنگ چڑھ جاتا ہے’’ پھر قساوت پیدا ہوتی ہے‘‘ دل میں سختی پیدا ہو جاتی ہے کہ کیا ضرورت ہے دعا کی اور انسان دُور ہٹتا جاتا ہے۔’’ پھر خدا سے اجنبیت‘‘ یدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو غیر سمجھنے لگ جاتا ہے’’ پھر عداوت‘‘ پیدا ہوتی ہے’’ پھر نتیجہ سلبِ ایمان ہوتا ہے۔‘‘ (ملفوظات، جلد6، صفحہ 422-423، ایڈیشن 1984ء) اور آخر میں پھر اللہ تعالیٰ پہ ایمان ہی اٹھ جاتا ہے۔

تو یہ مختلف حالتیں ہیں جو دعا نہ کرنے کی وجہ سے پھر بتدریج ہوتی ہیں۔ آدمی کو پہلے زنگ لگتا ہے۔ پھر سختی پیدا ہوتی ہے۔ پھر دہریت پیدا ہوتی ہے۔ پھر انسان عداوت اور دشمنی میں بڑھنے لگ جاتا ہے۔ ایسے خیالات آنے لگ جاتے ہیں۔ پھر ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔ پھر انسان دہریہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے دعا کی طرف ضرور آؤ۔ اور نہیں تو پھر جو ایمان ضائع ہو جائے تو پھر انسان کی دنیا و عاقبت دونوں برباد ہو گئیں۔

پھر یہ بات بیان فرماتے ہوئے کہ کس قسم کی دعا اسلام کا فخر ہے آپؑ فرماتے ہیں:’’ دعا اسلام کا خاص فخر ہے اور مسلمانوں کو اس پر بڑا ناز ہے مگر یہ یاد رکھو کہ یہ دعا زبانی بک بک کا نام نہیں ہے بلکہ یہ وہ چیز ہے کہ دل خدا تعالیٰ کے خوف سے بھر جاتا ہے اور دعا کرنے والے کی روح پانی کی طرح بہہ کر آستانۂ الوہیت پر گرتی ہے اور اپنی کمزوریوں اور لغزشوں کیلئے قوی اور مقتدر خدا سے طاقت اور قوت اور مغفرت چاہتی ہے اور یہ وہ حالت ہے کہ دوسرے الفاظ میں اس کو موت کہہ سکتے ہیں۔ جب یہ حالت میسر آ جاوے تو یقیناً سمجھو کہ بابِ اجابت اس کیلئے کھولا جاتا ہے۔‘‘ اب دعا کی قبولیت کا دروازہ کھل گیا’’ اور خاص قوت اور فضل اور استقامت بدیوں سے بچنے اور نیکیوں پر استقلال کیلئے عطا ہوتی ہے۔ یہ ذریعہ سب سے بڑھ کر زبردست ہے۔ مگر بڑی مشکل یہ ہے کہ لوگ دعا کی حقیقت اور حالت سے محض ناواقف ہیں اور اسی وجہ سے اس زمانہ میں بہت سے لوگ اس سے منکر ہو گئے ہیں کیونکہ وہ ان تاثیرات کو نہیں پاتے اور منکر ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہونا ہی ہے‘‘ وہی تقدیر والی بات۔’’ پھر دعا کی کیا حاجت ہے مگر مَیں خوب جانتا ہوں کہ یہ تو نرا بہانہ ہے۔ انہیں چونکہ دعا کا تجربہ نہیں، اس کی تاثیرات پر اطلاع نہیں اس لئے اس طرح کہہ دیتے ہیں ورنہ اگر وہ ایسے ہی متوکل ہیں تو پھر بیمار ہو کر علاج کیوں کرتے ہیں؟...... جبکہ دوسرے اشیاء میں تاثیرات موجود ہیں تو کیا وجہ ہے کہ باطنی دنیا میں تاثیرات نہ ہوں‘‘ یعنی کہ جو روحانی اور اندرونی ہے اس میں تاثیرات نہ ہوں’’ جن میں سے دعا ایک زبردست چیز ہے۔‘‘ (ملفوظات، جلد7، صفحہ 263-264، ایڈیشن 1984ء)

پس دعا میں تاثیرات ہیں لیکن اُن کی دعاؤں میں جو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے والے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کرنے کا حق ادا کرنے والے ہیں اور مستقل مزاجی سے کرتے چلے جانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کو کرنے کا حکم دیا ہے انہیں کرنے والے ہیں اور جن سے روکا ہے ان سے رکنے والے ہیں اور پھر ان کے ایمان میں ذرا بھی لغزش نہ آئے بلکہ ایمان میں بڑھتے چلے جانے والے ہوں۔ پھر یہ حالت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

پھر دعا کو مستقل مزاجی سے کرتے چلے جانے کے بارے میں آپؑ فرماتے ہیں کہ’’ دعا کرتے وقت بے دلی اور گھبراہٹ سے کام نہیں لینا چاہئے اور جلدی ہی تھک کر نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ اس وقت تک ہٹنا نہیں چاہئے جب تک دعا اپنا پورا اثر نہ دکھائے۔ جو لوگ تھک جاتے اور گھبرا جاتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں کیونکہ یہ محروم رہ جانے کی نشانی ہے۔ میرے نزدیک دعا بہت عمدہ چیز ہے اور میں اپنے تجربہ سے کہتا ہوں، خیالی بات نہیں جو مشکل کسی تدبیر سے حل نہ ہوتی ہو اللہ تعالیٰ دعا کے ذریعہ اسے آسان کر دیتا ہے۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ دعا بڑی زبردست اثر والی چیز ہے۔

بیماری سے شفا اسکے ذریعہ ملتی ہے۔ دنیا کی تنگیاں مشکلات اس سے دُور ہوتی ہیں۔‘‘ دنیا کی تنگیاں اور مشکلات بھی اس سے دُور ہوتی ہیں’’ دشمنوں کے منصوبے سے یہ بچا لیتی ہے اور وہ کیا چیز ہے جو دعا سے حاصل نہیں ہوتی؟ سب سے بڑھ کر یہ کہ انسان کو پاک یہ کرتی ہے۔‘‘ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انسان کو پاک کرتی ہے اور یہی انسان کا ایک مومن کا ایک عابد کا اصل مقصود ہونا چاہئے’’ اور خدا تعالیٰ پر زندہ ایمان یہ بخشتی ہے۔ گناہ سے نجات دیتی ہے اور نیکیوں پر استقامت اسکے ذریعہ سے آتی ہے۔ بڑا ہی خوش قسمت وہ شخص ہے جس کو دعا پر ایمان ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عجیب در عجیب قدرتوں کو دیکھتا ہے اور خدا تعالیٰ کو دیکھ کر ایمان لاتا ہے کہ وہ قادر کریم خدا ہے۔‘‘

(ملفوظات، جلد7، صفحہ 265-266، ایڈیشن 1984ء)

دعا کی قبولیت کے نہ ہونے پر شکوہ کرنے والوں کے جواب میں آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں:’’ بہت سے

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جو شخص صدق نیت سے شہادت کی تمنا کرے اللہ تعالیٰ اُسے
شہداء کے زُمرہ میں شامل کرے گا خواہ اس کی وفات بستر پر ہی کیوں نہ ہو

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ)

طالبِ دُعا : نور الہدیٰ اینڈ فیملی (جماعت احمدیہ سملیہ، صوبہ جھارکھنڈ)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور اگر کھڑے ہو کر ممکن نہ ہو تو
بیٹھ کر اور اگر بیٹھ کر بھی ممکن نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر ہی سہی

(صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ)

طالبِ دُعا : نصیر احمد، جماعت احمدیہ بنگلور (صوبہ کرناٹک)

لوگ ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ پر الزام لگاتے ہیں اور اپنے آپ کو بَری خیال کر کے کہتے ہیں کہ ہم نے تو نماز بھی پڑھی اور دعا بھی کی ہے مگر قبول نہیں ہوتی۔ یہ ان لوگوں کا اپنا قصور ہوتا ہے۔

نماز اور دعا جب تک انسان غفلت اور کسل سے خالی نہ ہو تو وہ قبولیت کے قابل نہیں ہوا کرتی۔

اگر انسان ایک ایسا کھانا کھائے جو کہ بظاہر تو میٹھا ہے مگر اسکے اندر زہر ملی ہوئی ہے تو مٹھاس سے وہ زہر معلوم تو نہ ہوگا مگر پیشتر اسکے کہ مٹھاس اپنا اثر کرے زہر پہلے ہی اثر کر کے کام تمام کر دے گا‘‘ انسان کو مار دے گا۔ ’’یہی وجہ ہے کہ غفلت سے بھری ہوئی دعائیں قبول نہیں ہوتیں کیونکہ غفلت اپنا اثر پہلے کر جاتی ہے۔ یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا بالکل مطیع ہو اور پھر اس کی دعا قبول نہ ہو۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ اسکے مقررہ شرائط کو کامل طور پر ادا کرے۔‘‘ (ملفوظات، جلد 5، صفحہ 318-319، ایڈیشن 1984ء)

پس اللہ تعالیٰ کی شرائط میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بات مکمل طور پر مانی جائے، لبیک کہا جائے اور اس پر ایمان مضبوط ہو۔ کچھ ہو جائے مگر انسان اللہ تعالیٰ کا دَر نہ چھوڑے۔

اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا کیے، ان کا استعمال کرنا بھی دعا کے ساتھ ضروری ہے۔

اس بارے میں آپؑ نے فرمایا: ’’یہ سچی بات ہے کہ جو شخص اعمال سے کام نہیں لیتا وہ دعا نہیں کرتا بلکہ خدا تعالیٰ کی آزمائش کرتا ہے اس لئے دعا کرنے سے پہلے اپنی تمام طاقتوں کو خرچ کرنا ضروری ہے اور یہی معنی اس دعا ’’اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ‘‘ کے ہیں۔ پہلے لازم ہے کہ انسان اپنے اعتقاد، اعمال میں نظر کرے کیونکہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ اصلاح اسباب کے پیرایہ میں ہوتی ہے۔‘‘ اصلاح ہونے کیلئے بہرحال کوئی اسباب مہیا ہوتے ہیں۔ ’’وہ کوئی نہ کوئی ایسا سبب پیدا کر دیتا ہے کہ جو اصلاح کا موجب ہو جاتا ہے وہ لوگ اس مقام پر ذرا خاص غور کریں جو کہتے ہیں کہ جب دعا ہوئی تو اسباب کی کیا ضرورت ہے۔ وہ نادان سوچیں کہ دعا بجائے خود ایک مخفی سبب ہے۔‘‘ دعا بھی تو ایک سبب ہی ہے کہ ’’جو دوسرے اسباب کو پیدا کر دیتا ہے۔‘‘

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 124، ایڈیشن 1984ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ’’اسلام سے سچی مراد یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع اپنی رضا کرلے مگر سچ یہ ہے کہ یہ مقام انسان کی اپنی قوت سے نہیں مل سکتا۔ ہاں اس میں کلام نہیں کہ انسان کا فرض ہے کہ وہ مجاہدات کرے لیکن اس مقام کے حصول کا اصل اور سچا ذریعہ دعا ہے۔ انسان کمزور ہے جب تک دعا سے قوت اور تائید نہیں پاتا اس دشوار گزار منزل کو طے نہیں کر سکتا۔ خود اللہ تعالیٰ نے انسان کی کمزوری اور اسکے ضعف حال کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا یعنی انسان ضعیف اور کمزور بنایا گیا ہے۔ پھر باوجود اسکی کمزوری کے اپنی ہی طاقت سے ایسے عالی درجہ اور ارفع مقام کے حاصل کرنے کا دعویٰ کرنا سراسر خام خیالی ہے۔ اس کیلئے دعا کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ دعا ایک زبردست طاقت ہے جس سے بڑے بڑے مشکل مقام حل ہو جاتے ہیں اور دشوار گزار منزلوں کو انسان بڑی آسانی سے طے کر لیتا ہے کیونکہ دعا اس فیض اور قوت کے جذب کرنے والی نالی ہے جو اللہ تعالیٰ سے آتا ہے۔ جو شخص کثرت سے دعاؤں میں لگا رہتا ہے وہ آخر اس فیض کو کھینچ لیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے تائید یافتہ ہو کر اپنے مقاصد کو پا لیتا ہے۔ ہاں نری دعا خدا تعالیٰ کا منشا نہیں ہے بلکہ اوّل تمام مساعی اور مجاہدات کو کام میں لائے اور اس کے ساتھ دعا سے کام لے، اسباب سے کام لے۔

اسباب سے کام نہ لینا اور نری دعا سے کام لینا یہ آداب الدعا سے ناواقفی ہے اور خدا تعالیٰ کو آزمانا ہے اور نرے اسباب پر گر رہنا اور دعا کو لاشیٔ محض سمجھنا یہ دہریت ہے۔

یقیناً سمجھو کہ دعا بڑی دولت ہے۔ جو شخص دعا کو نہیں چھوڑتا اسکے دین اور دنیا پر آفت نہ آئے گی۔ وہ ایک ایسے قلعے میں محفوظ ہے جس کے اردگرد مسلح سپاہی ہر وقت حفاظت کرتے ہیں لیکن جو دعاؤں سے لاپرواہ ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو خود بے ہتھیار ہے اور اس پر کمزور بھی ہے اور پھر ایسے جنگل میں ہے جو درندوں اور موذی جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کی خیر ہرگز نہیں ہے۔ ایک لمحہ میں وہ موذی جانوروں کا شکار ہو جائے گا اور اس کی ہڈی بوٹی نظر نہ آئے گی۔ اس لئے یاد رکھو کہ انسان کی بڑی سعادت اور اس کی حفاظت کا اصل ذریعہ یہی دعا ہے۔ یہی دعا اس کیلئے پناہ ہے اگر وہ ہر وقت اس میں لگا رہے۔‘‘

(ملفوظات، جلد 7، صفحہ 192-193، ایڈیشن 1984ء)

پھر فرمایا: ’’خدا تعالیٰ ایک تعلق چاہتا ہے اور اسکے حضور میں دعا کرنے کیلئے تعلق کی ضرورت ہے۔ بغیر تعلق کے دعا نہیں ہو سکتی۔ پہلے بزرگوں کی بھی اس قسم کی باتیں چلی آتی ہیں کہ جن سے دعا کرنے والوں کو دعا کرانے سے پہلے تعلق ثابت کرنے کی تاکید کی۔ خوانخواہ بازار میں چلتے ہوئے کسی بے تعلق کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تُو میرا دوست ہے اور نہ ہی اس کیلئے درد دل پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی جوشِ دعا پیدا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق اس طرح نہیں ہو سکتا کہ انسان غفلت کاریوں میں بھی مبتلا رہے اور صرف منہ سے دم بھرتا رہے کہ مَیں نے خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لیا ہے۔‘‘ فرمایا ’’......اللہ تعالیٰ سے تعلق کیلئے ایک محویت کی ضرورت ہے۔ ہم بار بار اپنی جماعت کو اس بات پر قائم ہونے کیلئے کہتے ہیں‘‘ فرمایا کہ ’’ہم بار بار اپنی جماعت کو اس بات پر قائم ہونے کیلئے کہتے ہیں کیونکہ جب تک دنیا کی طرف سے انقطاع اور اسکی محبت دلوں سے ٹھنڈی ہو کر اللہ تعالیٰ کیلئے فطرتوں میں طبعی جوش اور محویت پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک ثبات میسر نہیں آسکتا۔‘‘ (ملفوظات، جلد 7، صفحہ 42-43، ایڈیشن 1984ء)

پس ہمیں ان دنوں میں جب کہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر یہ برکت کا مہینہ ہمارے لیے مہیا فرمایا ہے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے دعاؤں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ یہی ہماری دنیا و عاقبت سنوارنے کا ذریعہ ہے۔

رمضان کا اب آخری عشرہ شروع ہو رہا ہے اس میں خاص طور پر ہمیں اللہ تعالیٰ کے حکموں کو اپنا لائحہ عمل بناتے ہوئے، ایمان میں مضبوط ہوتے ہوئے راتوں کو اٹھ کر اسکے حضور جھکتے ہوئے اس کے قرب کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ ہم اس ہدایت کو پانے والے ہوں جس پر اللہ تعالیٰ ہمیں چلانا چاہتا ہے۔

رمضان کی دعاؤں میں خاص طور پر جماعت کی ترقی کیلئے دعائیں کریں۔ اسیران کیلئے دعائیں کریں اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کے سامان جلد پیدا فرمائے۔

یمن کے اسیران کیلئے دعائیں کریں خاص طور پر ایک خاتون وہاں ہیں۔ ان کو قید میں ظالمانہ طور پر ایک تنگ سی کوٹھڑی میں رکھا ہوا ہے جو باقی اسیران سے علیحدہ ہیں لیکن وہ بڑے صبر اور ایمان کی پختگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہاں رہ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کے بھی سامان جلد پیدا فرمائے۔ جو بدظنیاں جماعت کے بارے میں ان لوگوں کے دل میں ہیں یعنی مخالفین کے، اللہ تعالیٰ انہیں دُور فرمائے۔

فلسطینیوں کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں بظاہر تو یہ کہتے ہیں جی بڑی تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں لیکن حالات تو بدتر ہی ہو رہے ہیں۔ یو این کا ریزولیوشن جو پاس ہوا ہے اس کے باوجود یہ ظلم اسی طرح جاری ہے اور یہاں مغربی بڑی طاقتوں کے دوہرے معیار کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یہی ظلم جب ان کے پسندیدہ لوگوں پر ہو، ملکوں پر ہو تو فوری دوسرے ملک پر پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں لیکن اسرائیل پر پابندیاں نہیں لگائی جائیں گی بلکہ امریکہ نے گذشتہ دنوں کئی بلین ڈالر کی غیر مشروط امداد ان کیلئے منظور کی ہے لیکن فلسطینیوں کیلئے چند ملین کی امداد منظور کی ہے پھر شرط یہ لگا دی کہ وہ اسرائیل کے خلاف عدالتِ انصاف میں نہیں جائیں گے یا کسی فورم پہ نہیں جائیں گے جہاں ان کو اس کے خلاف کچھ کہنے کا موقع ملے۔ تو ان جیسے لوگوں سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ پس دعا ہی ہے اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان مظلوموں کو ان ظالموں سے نجات دے اور ہمیں بھی ان مظلوموں کیلئے دعا کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جب تم ایک وجود کی طرح ہو جاؤ گے، اس وقت کہہ سکیں گے
کہ اب تم نے اپنے نفسوں کا تزکیہ کر لیا
(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

طالبِ دعا: سید جہانگیر علی صاحب مرحوم اینڈ فیملی (جماعت احمدیہ احمدیہ فلک نما، حیدرآباد، صوبہ تلنگانہ)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

تم لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسے از خود رفتہ اور محو ہو جاؤ کہ
بس اسی کے ہو جاؤ اور جیسے زبان سے اس کا اقرار کرتے ہو عمل سے بھی کر کے دکھاؤ
(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

طالب دعا: میر موسیٰ حسین ولد مکرم جے میر عطاء الرحمن صاحب امیر جماعت احمدیہ شموگہ (کرناٹک)

ایڈیشنل نظارت اصلاح و ارشاد نور الاسلام کے تحت
اس ٹول فری نمبر پر فون کر کے آپ مسلم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں
ٹول فری نمبر : 1800 103 2131
اوقات: روزانہ صبح 8:30 بجے سے رات 10:30 بجے تک (جمعہ کے روز تعطیل)

RAICHURI GROUP
BUILDERS & DEVELOPERS
طالبِ دعا
Abdul Rehman Raichuri
(Aka - Maqbool Ahmed)
RAICHURI GROUP OF COMPANIES
Raichuri Builders & Developers LLP
G M Builders & Developers
Raichuri Constructions
Our Corporate office
B Wing, Office no 007
Itkar Soc, Suresh Nagar, RTO, Andheri
West, Mumbai - 400053
Tel : 02226300634 / 9987652552
Email id :
raichuri.build.develop@gmail.com
gm.build.develop@gmail.com

سیرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مفید مطلب وحی اتار لیا کرتے تھے؟

میور صاحب اور مارگولیس صاحب نے اس موقع پر یہ طعن بھی کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر اپنے مفید مطلب وحی اتار لی۔ یعنی جب زینب کے ساتھ شادی کی خواہش پیدا ہوئی تو اسے جائز کرنے اور لوگوں کے اعتراض سے بچنے کیلئے الہام کی آڑ لے لی اور اس میں ان کا اشارہ یہ ہے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی طرف سے وحی والہام وغیرہ نہیں ہوتے تھے بلکہ نعوذ باللہ آپؐ خود ہی اپنی طرف سے الہام بنا کر خدا کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔ اس سوال کے مذہبی پہلو سے تو بحیثیت مؤرخ ہونے کے میرا کوئی سروکار نہیں ہے مگر یہ خیال تاریخی طور پر غلط اور خلاف واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ اپنے مفید مطلب وحی ہو جایا کرتی تھی۔ آپ کی زندگی اس قسم کی مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ بسا اوقات آپ کی ذاتی خواہش کے خلاف وحی نازل ہوتی تھی۔ چنانچہ یہی قصہ اسکی ایک روشن مثال ہے۔ قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زینب کے ساتھ شادی کرنے سے خائف تھے اور اسے حتّی الوسع ٹالنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے حکماً آپ کو اس طرف مائل کیا بلکہ ایک گونہ تادیب بھی فرمائی کہ تَخۡشَی النَّاسَ ۚ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰہُ یعنی ”اے نبی! تم لوگوں کی وجہ سے خائف ہو حالانکہ صرف ہم ہی اس بات کے حق دار ہیں کہ ہم سے ڈرا جاوے۔“ پس غور کیا جاوے تو جس قصہ کے ضمن میں میور صاحب نے ایک جھوٹی روایت پر بنا رکھ کر یہ اعتراض اٹھایا ہے وہی اسے جھوٹا ثابت کر رہا ہے۔ اسی طرح قرآن شریف میں آتا ہے کہ جب غزوۂ تبوک کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض منافقوں کو پیچھے رہنے کی اجازت دے دی تو اس پر یہ وحی الٰہی نازل ہوئی کہ عَفَا اللّٰہُ عَنۡکَ ۚ لِمَ اَذِنۡتَ لَہُمۡ یعنی ”اے نبی! خدا تمہیں معاف فرمائے تم نے انہیں کیوں اجازت دی؟ ہم تو اس موقع پر مومن و منافق میں امتیاز پیدا کرنا چاہتے تھے۔“ اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن اُبی بن سلول رئیس المنافقین کا جنازہ پڑھ دیا اور آپ کی رائے تھی کہ اس میں کوئی حرج نہیں تو اس پر یہ وحی الٰہی نازل ہوئی کہ لَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنۡہُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِہٖ یعنی ”آئندہ ان منافقوں میں کسی کا جنازہ نہ پڑھو اور نہ کسی کی قبر پر دعا مانگو کیونکہ دراصل وہ کافر ہیں اور خدا کی نافرمانی کی حالت میں مرتے ہیں۔“ اسی طرح بخاری میں آتا ہے کہ جب آپ نے غزوہ احد میں زخمی ہونے پر ایسے طریق پر دعا کی جو قریش کے خلاف ایک گونہ بددعا کا رنگ تھا تو اس پر یہ قرآنی آیت اتری کہ لَیۡسَ لَکَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ یعنی ”تمہیں اس معاملہ سے سروکار نہیں ہونا چاہئے کہ ہم کسے چھوڑتے اور کسے عذاب دیتے ہیں۔“ اسی طرح جب آپ کی بیویوں کی تعداد اس حد تک پہنچ گئی جو خدائی علم میں ضروری تھی تو آپ پر یہ وحی نازل ہوئی کہ اب اسکے بعد تمہیں کسی اور شادی کی اجازت نہیں ہے۔ الغرض یہ ایک بالکل غلط اور بے بنیاد خیال ہے کہ آپ اپنی مرضی کے مطابق وحی اتار لیا کرتے تھے اور یہ اعتراض وہی شخص کر سکتا ہے جو تاریخ اسلامی سے قطعاً نابلد ہے۔ پھر زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ میور صاحب اور مارگولیس صاحب تو زینب کی شادی کے موقع پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مفید مطلب وحی اتار لی۔ مگر حدیث میں یہ آتا ہے کہ چونکہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء اور ارادے کے بالکل خلاف وحی نازل ہوئی تھی اس لئے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کوئی وحی چھپائی ہوتی تو ضرور اس وحی کو چھپاتے جو آپ کی مرضی کے خلاف ہونے کے علاوہ ایک گونہ عتاب کا بھی رنگ رکھتی تھی۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں لَوۡ کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کَاتِمًا شَیۡئًا لَکَتَمَ ھٰذِہٖ یعنی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی وحی کو چھپانے والے ہوتے تو ضرور اس وحی کو چھپاتے۔“ پس اپنے مفید مطلب وحی اتار لینے کا اعتراض بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال کے مطابق وحی نازل ہو جاتی تھی۔ سو یہ درست ہے مگر یہ ہرگز جائے اعتراض نہیں بلکہ یہی بات آپ کی صداقت اور کمال کی دلیل ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاَقِمۡ وَجۡہَکَ لِلدِّیۡنِ حَنِیۡفًا ؕ فِطۡرَتَ اللّٰہِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡہَا یعنی ”اے نبی! تو اس خدائی دین اسلام پر راستی اور سداد کے ساتھ قائم ہو جا جسکی بناوٹ انسانی فطرت کے مطابق بنائی گئی ہے۔“ اور عقلاً بھی غور کیا جاوے تو یہی ہونا چاہئے تھا کہ فطرت انسانی شریعت کے مطابق بنائی جاتی۔ یا بالفاظ دیگر شریعت کو فطرت انسانی کے مطابق اتارا جاتا۔ پس فطرت صحیحہ اور شریعت اسلامی کا توارد تو ضروری ہے اور جتنی جتنی کسی شخص کی فطرت زیادہ صاف اور بیرونی اثرات سے زیادہ پاک ہوتی ہے اتنا ہی وہ شریعت کی روح کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ ضروری تھا کہ دوسرے انسانوں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طبعی میلانات شریعت اسلامی کے زیادہ قریب ہوتے اور عام حالات میں آپ کی رائے اسی رستے پر چلتی جس رستے پر شریعت کا نزول ہونا تھا۔ مگر یہ بالکل درست نہیں کہ ہمیشہ ہی ایسا ہوتا تھا کیونکہ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے اور بشری لوازمات کے ماتحت ضروری تھا کہ کہیں کہیں اختلاف بھی ہو جاتا۔ علاوہ ازیں چونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات واضح کرنا منظور تھی کہ جو وحی آپ پر نازل ہوتی ہے وہ آپ کے دل و دماغ سے ایک بالا منبع رکھتی ہے اور ایک وراء الوراء ہستی کی طرف سے آتی ہے۔ اس لئے اس نے اپنے حکیمانہ تصرف کے ماتحت ایسی مثالوں کی بھی کمی نہیں رہنے دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال کچھ تھا اور وحی کچھ اور نازل ہوئی یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کچھ تھی اور وحی کچھ اور نازل ہوئی۔ پس میور صاحب اور مارگولیس صاحب کا اعتراض بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔

غزوہ بنو مصطلق اور واقعہ افک شعبان 5 ہجری

قریش کی مخالفت دن بدن زیادہ خطرناک صورت اختیار کرتی جاتی تھی۔ وہ اپنی ریشہ دوانی سے عرب کے بہت سے قبائل کو اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف کھڑا کر چکے تھے لیکن اب ان کی عداوت نے ایک نیا خطرہ پیدا کر دیا اور وہ یہ کہ حجاز کے وہ قبائل جو مسلمانوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھتے تھے اب وہ بھی قریش کی فتنہ انگیزی سے مسلمانوں کے خلاف اٹھنے شروع ہو گئے۔ اس معاملہ میں پہل کرنے والا مشہور قبیلہ بنوخزاعہ تھا جن کی ایک شاخ بنو مصطلق نے مدینہ کے خلاف حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی اور ان کے رئیس حرث بن ابی ضرار نے اس علاقہ کے دوسرے قبائل میں دورہ کر کے بعض اور قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے مزید احتیاط کے طور پر اپنے ایک صحابی بریدہ بن حصیب نامی کو دریافت حالات کیلئے بنو مصطلق کی طرف روانہ فرمایا اور ان کو تاکید فرمائی کہ بہت جلد واپس آکر حقیقۃ الامر سے آپ کو اطلاع دیں۔ بریدہ گئے تو دیکھا کہ واقعی ایک بہت بڑا اجتماع ہے اور نہایت زور شور سے مدینہ پر حملہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ انہوں نے فوراً واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور آپ نے حسب عادت مسلمانوں کو پیش بندی کے طور پر دیار بنو مصطلق کی طرف روانہ ہونے کی تحریک فرمائی اور بہت سے صحابہ آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے بلکہ ایک بڑا گروہ منافقین کا بھی جو اس سے پہلے اتنی تعداد میں کبھی شامل نہیں ہوئے تھے ساتھ ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے ابوذر غفاری یا بعض روایات کی رو سے زید بن حارثہ کو مدینہ کا امیر مقرر کر کے اللہ کا نام لیتے ہوئے شعبان 5 ہجری میں مدینہ سے نکلے۔ فوج میں صرف تیس گھوڑے تھے۔ البتہ اونٹوں کی تعداد کسی قدر زیادہ تھی اور انہی گھوڑوں اور اونٹوں پر مل جل کر مسلمان باری باری سوار ہوتے تھے۔ راستہ میں مسلمانوں کو کفار کا ایک جاسوس مل گیا جسے انہوں نے پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا اور آپ نے اس تحقیق کے بعد کہ وہ واقعی جاسوس ہے اس سے کفار کے متعلق کچھ حالات وغیرہ دریافت کرنے چاہے مگر اس نے بتانے سے انکار کیا اور چونکہ اسکا رویہ مشتبہ تھا اس لئے مروجہ قانون جنگ کے ماتحت حضرت عمرؓ نے اسے قتل کر دیا اور اسکے بعد لشکر اسلام آگے روانہ ہوا۔ بنو مصطلق کو جب مسلمانوں کی آمد آمد کی اطلاع ہوئی اور یہ خبر بھی پہنچی کہ ان کا جاسوس مارا گیا ہے تو وہ بہت خائف ہوئے۔ کیونکہ اصل منشاء انکا یہ تھا کہ کسی طرح مدینہ پر اچانک حملہ کرنے کا موقع مل جاوے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیدار مغزی کی وجہ سے اب ان کو لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔ پس وہ بہت مرعوب ہو گئے اور دوسرے قبائل جو ان کی مدد کیلئے ان کے ساتھ جمع ہو گئے تھے وہ تو خدائی تصرف کے ماتحت کچھ ایسے خائف ہوئے کہ فوراً ان کا ساتھ چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ مگر خود بنو مصطلق کو قریش نے مسلمانوں کی دشمنی کا کچھ ایسا نشہ پلا دیا تھا کہ وہ پھر بھی جنگ کے ارادے سے باز نہ آئے اور پوری تیاری کے ساتھ اسلامی لشکر کے مقابلہ کیلئے آمادہ رہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مریسیع میں پہنچے جس کے قریب بنو مصطلق کا قیام تھا اور جو ساحل سمندر کے قریب مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے تو آپ نے ڈیرہ ڈالنے کا حکم دیا اور صف آرائی اور جھنڈوں کی تقسیم وغیرہ کے بعد آپ نے حضرت عمر کو حکم دیا کہ آگے بڑھ کر بنو مصطلق میں یہ اعلان کریں کہ اگر اب بھی وہ اسلام کی عداوت سے باز آجائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کو تسلیم کر لیں تو ان کو امن دیا جائے گا اور مسلمان واپس لوٹ جائیں گے مگر انہوں نے سختی کے ساتھ انکار کیا اور جنگ کے واسطے تیار ہو گئے۔ حتّٰی کہ لکھا ہے کہ سب سے پہلا تیر جو اس جنگ میں چلایا گیا وہ انہی کے آدمی نے چلایا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ حالت دیکھی تو آپ نے بھی صحابہ کو لڑنے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر تک فریقین کے درمیان خوب تیز تیر اندازی ہوئی۔ جس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو یکلخت دھاوا کر دینے کا حکم دیا۔ اور اس اچانک دھاوے کے نتیجے میں کفار کے پاؤں اکھڑ گئے مگر مسلمانوں نے ایسی ہوشیاری کے ساتھ ان کا گھیرا ڈالا کہ ساری کی ساری قوم محصور ہو کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئی اور صرف دس کفار اور ایک مسلمان کے قتل پر اس جنگ کا جو ایک خطرناک صورت اختیار کر سکتا تھا خاتمہ ہو گیا۔

اس موقع پر یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ اسی غزوہ کے متعلق صحیح بخاری میں ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق پر ایسے وقت میں حملہ کیا تھا کہ وہ غفلت کی حالت میں اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے۔ مگر غور سے دیکھا جاوے تو یہ روایت مؤرخین کی روایت کے خلاف نہیں ہے بلکہ درحقیقت یہ دو روایتیں دو مختلف وقتوں سے تعلق رکھتی ہیں یعنی واقعہ یوں ہے کہ جب اسلامی لشکر بنو مصطلق کے قریب پہنچا تو اس وقت چونکہ ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ مسلمان بالکل قریب آگئے ہیں (گو انہیں اسلامی لشکر کی آمد آمد کی اطلاع ضرور ہو چکی تھی) وہ اطمینان کے ساتھ ایک بے ترتیبی کی حالت میں پڑے تھے اور اسی حالت کی طرف بخاری کی روایت میں اشارہ ہے، لیکن جب ان کو مسلمانوں کے پہنچنے کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی مستقل سابقہ تیاری کے مطابق فوراً صف بند ہو کر مقابلہ کیلئے تیار ہو گئے اور یہ وہ حالت ہے جس کا ذکر مؤرخین نے کیا ہے۔ اس اختلاف کی یہی تشریح علامہ ابن حجر اور بعض دوسرے محققین نے کی ہے اور یہی درست معلوم ہوتی ہے۔

(باقی آئندہ)

(سیرت خاتم النّبیین، صفحہ 555 تا 559، مطبوعہ قادیان 2011)

......☆......☆......☆......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف ۞ جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں ۞ ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

طالبِ دُعا: زبیر احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ دارجلنگ (صوبہ مغربی بنگال)

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(1420)بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔مراد خاتون صاحبہ اہلیہ محترمہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم ومغفور نے بواسطہ لجنہ اماءاللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ اصغری کی والدہ کھانا پکایا کرتی تھی۔ایک دن کریلے گوشت کا سالن پکایا۔حضور کو یہ سالن پھیکا معلوم ہوا تو کھانا لانے والی خادمہ کوفرمایا کہ اصغری کی اماں سے پوچھو کہ ’’کیا نمک ڈالنا بھول گئی ہو؟‘‘ اس نے جا کر پوچھا تو اس کو اصغری کی اماں نے کہا کہ میں نے تو کئی مرتبہ نمک ڈالا تھا مگر میں نے خیال کیا کہ شاید میرے منہ کا مزہ اس وقت درست نہیں ہے اس لئے میں نے اور ڈالنا بند کر دیا تھا۔پھر حضورؑ نے اس کو خود طلب کر کے پوچھا تو اس نے یہی کہا کہ میں نے تو نمک کئی بار ڈالا ہے۔میں چکھتی رہی ہوں مگر سالن پھیکا ہی معلوم ہوتا رہا۔حضرت اُمّ المومنین نے فرمایا کہ اصغری کی اماں! باورچی خانہ کے طاق میں جو پھٹکری پڑی تھی کہیں وہی تو نہیں ڈال دی؟ مگر اس نے انکار کیا بعدہٗ جب ایک عورت کو بھیجا کہ جا کر دیکھو کہ طاق میں پھٹکری ہے یا نہیں؟ اور اس نے جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ پھٹکری وہاں نہیں ہے اس طرح یقین ہو گیا کہ سالن میں غلطی سے نمک کی بجائے پھٹکری پڑ گئی ہے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ’’نماز کا وقت ہو چلا ہے کوئی اور چیز روٹی کے ساتھ کھانے کو منگا لو۔‘‘ اس وقت اور کچھ انتظام جلدی سے کر لیا گیا تھا۔

دوسرے دن جب کھانا آیا تو میں بھی وہاں موجود تھی۔حضورؑ نے اصغری کی اماں سے دریافت کیا کہ ’’سچ سچ بتاؤ کہ سالن میں کل نمک ڈالا تھا یا پھٹکری؟ تو اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ حضور غلطی سے پھٹکری پڑ گئی تھی۔حضورؑ نے ہنس کر فرمایا کہ ’’کل تم نے کیوں نہیں مانا تھا کہ پھٹکری ڈالی ہے۔‘‘ اس نے کہا کہ حضورؑ میں ڈرتی تھی کہ شاید حضور خفا ہوں گے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ’’کیا آج ہم خفا نہیں ہو سکتے ہمیں تو کل ہی پتہ لگ گیا تھا۔‘‘

(1421)بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔اہلیہ صاحبہ مولوی فضل الدین صاحب زمیندار کھاریاں نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ آپ علیہ السلام کی طبیعت میں کسی قدر مذاق بھی تھا۔ایک دفعہ آپؑ نے ایک لڑکی کو اخروٹ توڑنے کیلئے دیئے اور فرمایا کہ جتنے اخروٹ ہیں اتنی ہی گریاں لیں گے۔ایک عورت نے کہا کہ حضورؑ اخروٹوں میں سے گریاں بہت نکلتی ہیں تو حضورؑ مسکرائے۔

(1422)بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔اہلیہ صاحبہ قاضی عبد الرحیم صاحب بھٹی قادیان نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے جب طاعون پڑی تھی۔لوگوں کو حکم تھا کہ ’’باہر چلے جاؤ‘‘ میرے خسر صاحب قاضی ضیاء الدین صاحب کو حکم ہوا تھا کہ تم اسکول چلے جاؤ۔ایک کمرے میں ہم اور ایک میں مولوی شیر علی صاحب ٹھہرے تھے۔قاضی صاحب بیمار تھے۔ان کی خواہش تھی کہ حضور علیہ السلام کی زیارت کریں۔کہتے تھے کہ جب حضورؑ اس طرف سے گزریں گے تو مجھے بتانا، میں زیارت کروں گا۔

انہیں ایام میں جب حضرت صاحبؑ گورداسپور تشریف لے گئے تھے وہ فوت ہو گئے۔جب حضور علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ قاضی ضیاء الدین صاحب کی یہ خواہش تھی کہ مجھے دیکھیں تو افسوس کیا کہ ’’اگر خبر ہوتی تو مَیں خود جا کر ان کو مل آتا۔‘‘

(1423)بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔اہلیہ محترمہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ جب صاحبزادہ میاں مبارک احمد صاحب مرحوم کا نکاح سیدہ مریم بیگم صاحبہ بنت ڈاکٹر عبد الستار شاہ صاحب مرحوم ومغفور (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) سے ہوا تو میں آگرہ سے آئی ہوئی تھی۔مغرب کے بعد نکاح ہوا۔مَیں مبارک دینے آئی تو کوئی عورت سیدہ مریم بیگم کو گود میں اٹھا کر حضورؑ کے پاس لائی۔حضور علیہ السلام اس وقت ام ناصر احمد صاحب کے صحن میں پلنگ پر استراحت فرماتے۔حضور علیہ السلام نے سیدہ مریم بیگم کے سر پر ہاتھ پھیرا اور مسکرائے۔

(1424)بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔اصغری بیگم صاحبہ بنت اکبر خان صاحب مرحوم دربان زوجہ مدد خان صاحب نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرا نکاح کر دیا تھا۔ایک مرتبہ جب میں واپس آئی تو اس وقت میرے دو بہت صغرسن بچے تھے۔ایک لڑکی۔ایک لڑکا۔حضور کی کمال مہربانی میرے حال پر تھی۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ’’اصغری کمزور معلوم ہوتی ہے اسکے بچے چھوٹے ہیں۔اسے ان کو سنبھالنا مشکل ہے اِسے بچوں کی خدمت کے واسطے ملازمہ رکھ دو۔‘‘ چنانچہ پہلے ایک عورت مائی کرموں رنگریزنی رکھی گئی۔چند یوم کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ’’چھوٹے بچے کے واسطے بھی ملازمہ کھلانے کے واسطے رکھ دو۔‘‘ چنانچہ پہلی خادمہ کرموں کی نواسی بھی مقرر کی گئی۔ان کو ایک روپیہ مہینہ اور کھانا دیا جاتا تھا۔

(1425)بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میاں فضل الٰہی صاحب نمبردار فیض اللہ چک کی ہمشیرہ قابل شادی تھی۔حضرت خلیفہ اولؓ کیلئے حضور علیہ السلام نے تحریک فرمائی۔یہ عاجز اور بڑا بھائی میاں جمال الدین صاحبؓ یہ تحریک لے کر فیض اللہ چک گئے اور تحریک سنا دی گئی۔میاں فضل الٰہی مرحوم نے تو تسلیم کیا لیکن لڑکی کی والدہ نے انکار کیا۔بعدش اس کی شادی ایک معمر عمر حیات نامی فیض اللہ چک کے ساتھ کی گئی۔سنا گیا کہ اس لڑکی کی زندگی ہی برباد ہو گئی۔

(1426)بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔محترمہ بھابی زینب صاحبہ اہلیہ پیر مظہر قیوم صاحب مرحوم نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میں نے 1907ء میں بیعت کی تھی۔ایک دن میں حضورؑ کی خدمت میں بیعت کرنے کو آئی۔رحیم بی بی نائن نے جا کر عرض کی ایک نابینا لڑکی بیعت کرنے کو آئی ہے۔حضور اندر سے تشریف لائے اور فرمایا کہ نماز ظہر کے بعد بیعت لیں گے۔میں گھر چلی گئی جب ظہر کے بعد آئی تو حضورؑ نے فرمایا کہ عصر کے بعد۔میں وہیں بیٹھی رہی۔عصر کے بعد جب میں نے عرض کی تو حضورؑ نے فرمایا کہ شام کو۔شام کو حضورؑ نے ام ناصر احمد سلمہا اللہ کے مکان کے آنگن میں نماز مغرب وعشاء جمع کرا کر پڑھائیں۔حضورؑ اور حضرت اماں جان نے پلنگ پر بیٹھ کر نماز پڑھی اور ہم سب عورتوں نے پیچھے شاہ نشین پر۔مائی سلطانوں نے کہا کہ حضورؑ وہ لڑکی بیعت کرنے کو کھڑی ہے۔حضورؑ نے فرمایا کہ صبح کو۔صبح جب آئی تو حضورؑ سیر کو تشریف لے گئے تھے۔حضورؑ واپس آئے تو پھر منشیانی نے کہا کہ حضورؑ وہ لڑکی پھر بیعت کرنے آئی ہوئی ہے۔آپ نے فرمایا کہ ’’اس کو کھانا کھلا دیا ہے یا نہیں؟‘‘ آپ نے سلطانوں کو بلا کر فرمایا کہ ’’اس کو کھانا کھلا دو۔‘‘ اس نے مجھے کھانا کھلا دیا۔کھانے کے بعد جب پوچھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ظہر کے بعد،ظہر کے بعد فرمایا کہ ’’عصر کے بعد‘‘ عصر کے بعد پوچھا تو فرمایا کہ صبح کو۔میں گھر چلی گئی۔

صبح دس بجے جب آئی تو حضورؑ دروازے میں کھڑے حافظ احمد اللہ صاحب کی لڑکی کلثوم کو بلا رہے تھے ’’کلثوم! کلثوم!!‘‘ جب وہ آئی تو اس کو انگور دیئے پھر اسکو کہا کہ ’’زینب (یعنی اس کی بڑی بہن) کہاں ہے؟‘‘ اس کو بلا کر بھی انگور دیئے پھر مجھے بھی انگور دیئے۔کلثوم نے کہا کہ یہ بیعت کرنے کو آئی ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ’’ظہر کے بعد۔‘‘ میں وہیں بیٹھی رہی۔ظہر کے بعد فرمایا کہ ’’لڑکی تیری بیعت ہو چکی‘‘ اس طرح تیسرے دن میری بیعت قبول ہوئی تھی۔

(1427)بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔اہلیہ محترمہ قاضی عبد الرحیم صاحب بھٹی قادیان نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ کشمیر سے بہت سے سیب آئے۔حضورؑ نے فرمایا کہ سب گھروں میں تقسیم کر دو۔آٹھ آٹھ نو نو سیب گھروں میں بانٹے گئے تھے۔سیب بڑے بڑے اور بہت اچھے تھے۔گھر میں سیبوں کا مربہ تھا وہ کچھ خراب ہو گیا تھا۔حضورؑ نے فرمایا کہ ’’اس کو پھینک دو‘‘ بعض عورتوں نے عرض کی کہ یہ مربہ ان کو دے دیا جائے مگر آپ نے فرمایا کہ ’’نہیں لوگ کھا کر بیمار ہو جائیں گے۔‘‘ عورتوں نے کہا کہ اوپر سے پھینک دیتے ہیں۔نیچے والا اچھا ہو گا اس کو پھر پکا لیں گے۔چنانچہ نیچے والا جو اچھا نکلا تھا اس کو پکا کر کچھ رکھ لیا تھا کچھ بانٹ دیا تھا۔

(1428)بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔مراد خاتون صاحبہ اہلیہ محترمہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم ومغفور نے بواسطہ لجنہ اماءاللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میں قادیان میں تھی اور حضرت ڈاکٹر صاحب لاہور گئے ہوئے تھے۔ان دنوں میرے بھائی مظہر علی صاحب طالب جو ایسٹ افریقہ میں پوسٹ ماسٹر تھے انہوں نے واپس آنے کے واسطے رخصت لی تھی۔ہم ان کے انتظار میں رہا کرتے تھے ان کی ڈاک بھی آنے لگ گئی تھی۔ابھی ہمیں معلوم نہ تھا کہ ان کا ارادہ وطن آنے کا سردست ملتوی ہو گیا ہے اب وہ اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر علی اظہر صاحب کے ساتھ ہی کچھ عرصہ تک آئیں گے کہ اچانک اطلاع ملی کہ وہ وہیں فوت ہو گئے ہیں اس پر ہمیں بہت صدمہ ہوا اور خصوصاً میری والدہ مکرمہ بوبوجی نے بہت غم کیا۔حضور مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو بلایا اور بہت تسلی دی اور سمجھایا کہ ’’جو اولاد پہلے فوت ہو جاتی ہے اپنے والدین کی بخشش کا موجب ہوتی ہے۔اللہ کریم اس کی محبت بھری سفارش کو جو والدین کیلئے ہوتی ہے قبول فرما کر ان کو بھی بخش دیتا ہے۔‘‘

(1429)بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔مائی رکھی صاحبہ ککے زئی فیض اللہ چک خادمہ والدہ نذیر نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مائی راجی جولاہی جو پہلے زمانہ میں روٹیاں پکایا کرتی تھی، اس نے ہم کو سنایا تھا کہ اکثر جب میں روٹیاں پکایا کرتی (تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ابھی چھوٹے ہی تھے) آپؑ کھدر کے دوپٹہ میں روٹیاں رکھ کر گٹھڑی کندھے پر اٹھا کر باہر بھاگ جاتے جب میں منع کرتی اور پوچھتی کہ ’’میاں! کیا کر رہے ہو؟‘‘ تو فرماتے کہ ’’میں کوئی برا کام کر رہا ہوں؟‘‘ جب میں آپؑ کی والدہ کو پکارتی کہ دیکھو آپ کا بیٹا کیا کر رہا ہے؟ اور وہ آ کر پوچھیں تو کہتے کہ ’’باہر میرے ہم جولی ہیں ان کو روٹیاں نہ کھلاؤں؟‘‘

(1430)بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔مائی کاکو صاحبہ نے بواسطہ لجنہ اماءاللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ہم آٹھ عورتیں بیعت کرنے کو آئیں۔میری ممانیاں اور میری بھاوجیں۔باہر سے ایک لڑکا آیا کہ ایک آدمی کا کھانا دے دو۔حضور علیہ السلام و اماں جان سامنے بیٹھے تھے وہ لڑکا کھڑا رہ کر چلا گیا۔کھانا پکانے والی نے کچھ پرواہ نہ کی۔حضرت اماں جان نے کھانا پکانے والی کو کہا ’’تم نے کیوں اس کو کھانا نہیں دیا؟‘‘ اور کہا کہ ’’جب کوئی سفید کپڑے والا آتا ہے تو تم اس کو کھانا کھلاتی ہو مگر میلے کپڑے والے کی پرواہ نہیں کرتی۔‘‘ اماں جان نے اس کو نکال دیا۔

(سیرۃ المہدی، جلد 2، حصہ چہارم، مطبوعہ قادیان 2008)

......☆......☆......☆......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

یا الٰہی! تِرا فرقاں ہے کہ اک عالَم ہے ✡ جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں ✡ مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

طالبِ دُعا : سیّد زمرود احمد ولد سیّد شعیب احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ بھونیشور (صوبہ اڈیشہ)

حضور ﷺ نے حضرت ابوطالب کے بارے میں فرمایا کہ امید ہے کہ قیامت کے دن انہیں میری شفاعت کچھ نفع دے گی کہ وہ آگ کے درمیانے درجہ میں کردیے جائیں گے کہ آگ ان کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے ان کا دماغ کھولنے لگے گا، اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہوتے

حضرت ابوطالب اپنی نیک فطرت اور آنحضور ﷺ کی مدد اور حمایت کرنے کی وجہ سے نیز قیامت کے روز حضور ﷺ کی شفاعت کی بدولت خدا تعالیٰ کے دشمن مشرکین کی طرح نہ جہنم کا ایندھن بنیں گے اور نہ ہی لمبا عرصہ جہنم میں رہیں گے، ہاں جس طرح ایک معمولی بیماری کا شکار انسان علاج کی خاطر کچھ وقت کیلئے ہسپتال جاتا ہے، حضرت ابوطالب کو بھی اسی طرح کچھ وقت کیلئے علاج کی خاطر جہنم کی آگ کا سامنا کرنا پڑے گا، اسی حقیقت کو حضور ﷺ کے ارشاد میں بیان کیا گیا ہے

- یہ کہنا کہ پرانے وقتوں میں تو اسلام کی تعلیم قابل عمل تھی لیکن اب چونکہ عورتیں ملازمت کرنے لگ گئی ہیں اور گھریلو ذمہ داریاں اٹھانے لگ گئی ہیں، اس لیے اب اسلام کی اس تعلیم میں تبدیلی کی ضرورت پیدا ہوگئی ہے، ایک لغو اور نامناسب بات ہے
- آنحضور ﷺ کے عہد مبارک میں بھی عورتیں بڑی بڑی مالدار تھیں اور اپنے خاوندوں اور بچوں پر اپنے مال خرچ کیا کرتی تھی لیکن انہوں نے ایسا کبھی سوال نہیں اٹھایا کہ چونکہ ہم اپنے خاوندوں اور بچوں پر خرچ کرتی ہیں، اس لیے والدین کے ترکہ میں سے ہمیں مردوں کی طرح برابر کا حصہ ملنا چاہئے
- اسلام کے نزدیک بیوی خواہ صاحب جائیداد ہو یا ملازمت کرتی ہو، بیوی بچوں کی رہائش، لباس اور خوراک وغیرہ کی ذمہ داری خاوند ہی پر عائد ہوتی ہے جسے وہ اپنی استطاعت کے مطابق ادا کرنے کا پابند ہوتا ہے، بیوی کی جائیداد یا اس کی آمد پر خاوند کا کوئی حق نہیں ہاں خاوند کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اگر وہ اپنے بیوی بچوں کے نان ونفقہ کا مناسب طور پر انتظام کر رہا ہو تو اسکی بیوی اسکی اجازت سے ہی ملازمت کرسکتی ہے
- اگر خاوند بیوی کی ملازمت پر راضی نہ ہو تو اسلام نے خاوند کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ملازمت کرنے سے روک سکتا ہے لیکن اگر بیوی اپنے خاوند کی اجازت اور مرضی سے ملازمت کرتی ہے تو بیوی کی تمام تر آمد پر بیوی کا ہی حق ہوگا، خاوند کو اس کی آمد پر کسی قسم کا تصرف حاصل نہیں ہوگا

سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پوچھے جانے والے سوالات کے بصیرت افروز جوابات

نوٹ: سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مختلف وقتوں میں اپنے مکتوبات اور ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں اہم مسائل کے بارہ میں جو ارشادات مبارکہ فرماتے ہیں، ان میں سے کچھ قارئین کے افادہ کیلئے الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کیے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

(قسط:64)

سوال: پاکستان سے ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں لکھا کہ مجھے حضرت ابوطالب سے خاص محبت ہے کیونکہ انہوں نے ساری زندگی حضور ﷺ کی حفاظت کی اور مشکل ترین وقت میں حضور ﷺ کا ساتھ دیا۔ ایسا شخص مسلمان کیسے نہیں ہوسکتا؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 22 ؍اگست 2022ء میں اس سوال کے جواب میں درج ذیل راہنمائی فرمائی۔ حضور نے فرمایا:

جواب: حضرت ابوطالب نے آنحضور ﷺ کی غیر معمولی طور پر مدد اور حمایت کی اور شعب ابی طالب میں محصور رہنے کے تکلیف دہ زمانہ میں بھی حضور ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ حضرت ابوطالب کے اسی ہمدردانہ سلوک اور رویّہ کی بنا پر حضور ﷺ کے سب سے بڑے عاشق اور آپ کے غلام صادق اور روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضور ﷺ کی کفار مکہ کی طرف سے ہونے والی مخالفت اور حضرت ابوطالب کی طرف حضور ﷺ کو ملنے والی حمایت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جب یہ آیتیں اتریں کہ مشرکین رجس ہیں پلید ہیں شرّ البریّہ ہیں سفہاء ہیں اور ذرّیت شیطان ہیں اور ان کے معبود وقود النار اور حصب جہنم ہیں تو ابوطالب نے آنحضرت ﷺ کو بلا کر کہا کہ اے میرے بھتیجے! اب تیری دشنام دہی سے قوم سخت مشتعل ہوگئی ہے اور قریب ہے کہ تجھ کو ہلاک کریں اور ساتھ ہی مجھ کو بھی۔ تو نے ان کے عقل مندوں کو سفیہ قرار دیا اور ان کے بزرگوں کو شرّ البریّہ کہا اور ان کے قابل تعظیم معبودوں کا نام ہیزم جہنّم اور وقود النّار رکھا اور عام طور پر ان سب کو رجس اور ذرّیت شیطان اور پلید ٹھہرایا میں تجھے خیر خواہی کی راہ سے کہتا ہوں کہ اپنی زبان کو تھام اور دشنام دہی سے باز آجا ورنہ میں قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ آنحضرت ﷺ نے جواب میں کہا کہ اے چچا! یہ دشنام دہی نہیں ہے بلکہ اظہار واقعہ اور نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے اور یہی تو کام ہے جس کیلئے میں بھیجا گیا ہوں اگر اس سے مجھے مرنا درپیش ہے تو میں بخوشی اپنے لئے اس موت کو قبول کرتا ہوں میری زندگی اسی راہ میں وقف ہے میں موت کے ڈر سے اظہار حق سے رک نہیں سکتا اور اے چچا اگر تجھے اپنی کمزوری اور اپنی تکلیف کا خیال ہے تو تُو مجھے پناہ میں رکھنے سے دست بردار ہوجا بخدا مجھے تیری کچھ بھی حاجت نہیں میں احکام الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رکوں گا مجھے اپنے مولیٰ کے احکام جان سے زیادہ عزیز ہیں بخدا اگر میں اس راہ میں مارا جاؤں تو چاہتا ہوں کہ پھر بار بار زندہ ہوکر ہمیشہ اسی راہ میں مرتا رہوں۔ یہ خوف کی جگہ نہیں بلکہ مجھے اس میں بے انتہاء لذت ہے کہ اسکی راہ میں دکھ اٹھاؤں۔ آنحضرت ﷺ یہ تقریر کر رہے تھے اور چہرہ پر سچائی اور نورانیت سے بھری ہوئی رقت نمایاں ہو رہی تھی اور جب آنحضرت ﷺ یہ تقریر ختم کر چکے تو حق کی روشنی دیکھ کر بے اختیار ابوطالب کے آنسو جاری ہوگئے اور کہا کہ میں تیری اِس اعلیٰ حالت سے بے خبر تھا تُو اور ہی رنگ میں اور اَور ہی شان میں ہے جا اپنے کام میں لگا رہ جب تک میں زندہ ہوں جہاں تک میری طاقت ہے میں تیرا ساتھ دوں گا۔......

یہ سب مضمون ابوطالب کے قصہ کا اگرچہ کتابوں میں درج ہے مگر یہ تمام عبارت الہامی ہے جو خدائے تعالیٰ نے اس عاجز کے دل پر نازل کی صرف کوئی کوئی فقرہ تشریح کیلئے اس عاجز کی طرف سے ہے۔ اس الہامی عبارت سے ابوطالب کی ہمدردی اور دلسوزی ظاہر ہے لیکن بکمال یقین یہ بات ثابت ہے کہ یہ ہمدردی پیچھے سے انوار نبوت و آثار استقامت دیکھ کر پیدا ہوئی تھی۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 110 تا 112 وحاشیہ)

پس حضرت ابوطالب نے حضور ﷺ کی انتہائی درجہ کی حمایت کی، یہاں تک کہ حضور ﷺ کی خاطر وہ اپنی قوم کی مخالفت اٹھانے کو بھی تیار ہوگئے لیکن انہوں نے اپنی قوم کے دین کو نہیں چھوڑا اور حضور ﷺ کے اصرار کے باوجود کلمہ پڑھ کر توحید کا اقرار کرنے سے انکار کردیا۔ چنانچہ رؤسائے مکہ کی شکایت پر حضرت ابوطالب کے حضور ﷺ کو اس کام سے باز آنے کی تلقین کرنے اور پھر حضور ﷺ کے جواب پر حضرت ابوطالب کی طرف سے حضور ﷺ کی حمایت کے اعلان کے واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ابوطالب کے اس جواب کی اہمیت کا پورا اندازہ وہ لوگ نہیں کرسکتے جو تاریخ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ایک اور واقعہ کو نہیں جانتے جس سے ابوطالب کی قلبی کیفیت کا پتہ چلتا اور یہ معلوم ہوتا کہ انہیں اپنی قوم سے کتنی محبت تھی۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو چونکہ رسول کریم ﷺ کو ان سے بہت ہی محبت تھی ان کی قربانیوں اور حسن سلوک کی وجہ سے، اس لئے آپؐ کو سخت دکھ تھا کہ آپ مسلمان ہوئے بغیر مر رہے ہیں۔ آپؐ کبھی ان کے دائیں جاتے اور کبھی بائیں اور کہتے کہ اے چچا! اب موت کا وقت قریب ہے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ کہہ دیجئے مگر ابوطالب خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ آخر رسول کریم ﷺ نے بہت اصرار کیا آپ پر رقت طاری تھی اور آپ بار بار کہتے تھے کہ اَے چچا! ایک دفعہ کلمہ پڑھ لیں تاکہ میں خدا کے حضور کہہ سکوں کہ آپ نے اسلام قبول کرلیا تھا لیکن ابوطالب نے آخر میں یہی جواب دیا کہ میں اپنی قوم کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا۔ گویا ان کو اپنی قوم سے اتنی محبت تھی کہ وہ اسکے بغیر جنت میں بھی جانا نہ چاہتے تھے۔ اسی قوم سے اس قدر شدید محبت رکھنے والے شخص پر رسول کریم ﷺ کے بہادرانہ جواب کا یہ اثر ہوا کہ اس نے کہہ دیا کہ اچھا اگر قوم مجھے چھوڑتی ہے تو چھوڑ دے میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔

(خطبات محمود، جلد 17، صفحہ 264، مورخہ یکم مئی 1936ء)

پس ایک طرف تو حضرت ابوطالب نے اپنی آخری سانسوں تک حضور ﷺ کا ساتھ دیا لیکن دوسری طرف حضور ﷺ اور آپ کے دین کو سچا جانتے ہوئے بھی انہوں نے کلمہ پڑھ کر توحید کا اقرار کرنے سے انکار کردیا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کو سامنے رکھتے ہوئے حضور ﷺ نے حضرت ابوطالب کے بارے میں فرمایا کہ امید ہے کہ قیامت کے دن انہیں میری شفاعت کچھ نفع دے گی کہ وہ آگ کے درمیانے درجہ میں کردیے جائیں گے کہ آگ ان کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے ان کا دماغ کھولنے لگے گا۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہوتے۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب قصۃ ابی طالب)

اس دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک

انسان کوئی جرم کرتا ہے اور اسے اسکے جرم کے مطابق جیل کی سزا ہوتی ہے، کسی کو کم اور کسی کو زیادہ اسی طرح جہنم بھی اس دنیا میں کی گئی غلطیوں اور گناہوں کی سزا کیلئے بنائی گئی ہے اور اس میں بھی ہر انسان کو اسکی غلطی اور گناہ کے مطابق سزا کے طور پر کم یا زیادہ رہنا پڑے گا۔ اسی طرح جہنم کے بارے میں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جیسے قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ میں صراحت موجود ہے کہ دوزخ ایک ہسپتال کی مانند ہے اور گناہگاروں کو اس میں علاج کیلئے بھیجا جائے گا۔ اب ہسپتال میں کینسر کا علاج کروانے والے مریض بھی جاتے ہیں اور چھوٹے موٹے زخم کی مرہم پٹی کروانے والا شخص بھی جاتا ہے۔ پس حضور ﷺ کے اس ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے کہ جس طرح دوسرے مخالفین اسلام جنہوں نے اسلام کی مخالفت اور اسے نابود کرنے کیلئے دن رات ایک کر دیا اور اس کی دشمنی میں اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگایا، ان کا اپنے جرموں اور گناہوں کی پاداش میں جہنم میں جانا ایسا ہی ہوگا جس طرح کہ ایک بہت بڑے جرم کی سزا میں کسی کو اس دنیا میں عمر قید ہو جاتی ہے یا جس طرح ایک موذی مرض میں مبتلا انسان ہسپتال میں جاتا ہے اور ایک لمبے عرصہ کیلئے اس میں رہتا ہے جبکہ حضرت ابوطالب کا جہنم میں جانا ایسا ہی ہوگا جس طرح ایک معمولی سا جرم کرنے والا ایک یا دو دن جیل کی سزا کاٹ کر باہر آ جاتا ہے، یا ایک چھوٹے سے زخم والا شخص ہسپتال میں جاتا اور مرہم پٹی کروا کر گھر واپس آ جاتا ہے۔

پس حضرت ابوطالب اگرچہ شرک کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور انہوں نے آنحضور ﷺ کی کوشش اور خواہش کے باوجود توحید کا اقرار نہیں کیا لیکن وہ ایسے شرک میں مبتلا نہیں تھے جس شرک میں وہ مشرکین مبتلا تھے جو توحید اور خدا تعالیٰ کے دشمن تھے اور کھلم کھلا شرک کا اظہار کرتے تھے اور خدا تعالیٰ اور آنحضور ﷺ کی مخالفت میں دن رات کمربستہ تھے۔ اس لیے حضرت ابوطالب اپنی نیک فطرت اور آنحضور ﷺ کی مدد اور حمایت کرنے کی وجہ سے نیز قیامت کے روز حضور ﷺ کی شفاعت کی بدولت خدا تعالیٰ کے دشمن مشرکین کی طرح نہ جہنم کا ایندھن بنیں گے اور نہ ہی لمبا عرصہ جہنم میں رہیں گے۔ ہاں جس طرح ایک معمولی بیماری کا شکار انسان علاج کی خاطر کچھ وقت کیلئے ہسپتال جاتا ہے، حضرت ابوطالب کو بھی اسی طرح کچھ وقت کیلئے علاج کی خاطر جہنم کی آگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسی حقیقت کو حضور ﷺ کے ارشاد میں بیان کیا گیا ہے۔

سوال یو.کے سے ایک خاتون نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں استفسار بھجوایا کہ وراثت میں لڑکے کو دو اور لڑکی کو ایک حصہ اس لیے ملتا ہے کہ لڑکے پر والدین اور بیوی بچوں کے اخراجات کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ لیکن اب تو میاں بیوی دونوں ہی نوکری کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر لڑکی کی شادی نہ ہو یا وہ خلع یا طلاق یافتہ ہو اور اکیلی ہو تو اسے مرد سے کچھ نہیں ملتا۔ نیز بعض لڑکے والدین کی بھی ذمہ داری نہیں اٹھاتے اور لڑکیاں نوکری کر کے گھر کی ذمہ داری اٹھاتی ہیں۔ میرے نزدیک ان چیزوں کی وضاحت ضروری ہے تا کہ عورت کا حق نہ مارا جائے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 22/اگست 2022ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور نے فرمایا:

جواب پہلی بات یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم دائمی، غیر مبدل اور ہر زمانہ کیلئے اسی طرح قابل عمل ہے جس طرح یہ آنحضور ﷺ کے عہد مبارک میں قابل عمل تھی۔ کیونکہ اس تعلیم کو نازل کرنے والی ہستی روز اوّل سے قیامت تک، کائنات میں ہونے والے تمام تغیر و تبدل اور حالات و واقعات سے بخوبی واقف ہے اور اسی ہستی نے اس تعلیم کی حفاظت کی بھی ذمہ داری اٹھا رکھی ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ پرانے وقتوں میں تو اسلام کی تعلیم قابل عمل تھی لیکن اب چونکہ عورتیں ملازمت کرنے لگ گئی ہیں اور گھریلو ذمہ داریاں اٹھانے لگ گئی ہیں، اس لیے اب اسلام کی اس تعلیم میں تبدیلی کی ضرورت پیدا ہوگئی ہے۔ ایک لغو اور نامناسب بات ہے۔

جہاں تک عورتوں کے صاحب جائیداد ہونے یا گھریلو ذمہ داریاں اٹھانے کی بات ہے تو یہ صرف اِس زمانہ سے ہی مخصوص نہیں بلکہ پرانے زمانہ اور آنحضور ﷺ کے عہد مبارک میں بھی عورتیں بڑی بڑی مالدار تھیں اور اپنے خاوندوں اور بچوں پر اپنے مال خرچ کیا کرتی تھی، لیکن انہوں نے ایسا کبھی سوال نہیں اٹھایا کہ چونکہ ہم اپنے خاوندوں اور بچوں پر خرچ کرتی ہیں، اس لیے والدین کے ترکہ میں سے ہمیں مردوں کی طرح برابر کا حصہ ملنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک مالدار خاتون تھیں جنہوں نے شادی کے بعد اپنا سارا مال و دولت حضور ﷺ کے سپرد کر دیا تھا۔ (تفسیر کبیر از علامہ فخر الدین الرازی زیر آیت نمبر 9 سورۃ الضحیٰ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ) اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو ایک غریب مزدور صحابی تھے، انکی بیوی حضرت زینبؓ ایک مالدار خاتون تھیں اور اپنے خاوند اور بچوں پر اپنے مال میں سے خرچ کیا کرتی تھیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، بَاب الزكوٰة عَلَى الزَّوْجِ وَالْأَيْتَامِ فِي الْحَجْرِ) یہ بات کہ چونکہ اب عورتیں ملازمت کرنے لگی ہیں، اس لیے گھریلو اخراجات کی ذمہ داری خاوند کی بجائے عورت کے سپرد ہوگئی ہے، بھی غلط بات ہے۔ اسلام کے نزدیک بیوی خواہ صاحب جائیداد ہو یا ملازمت کرتی ہو، بیوی بچوں کی رہائش، لباس اور خوراک وغیرہ کی ذمہ داری خاوند ہی پر عائد ہوتی ہے جسے وہ اپنی استطاعت کے مطابق ادا کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ بیوی کی جائیداد یا اس کی آمد پر خاوند کا کوئی حق نہیں۔ ہاں خاوند کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اگر وہ اپنے بیوی بچوں کے نان و نفقہ کا مناسب طور پر انتظام کر رہا ہو تو اسکی بیوی اسکی اجازت سے ہی ملازمت کر سکتی ہے۔ اگر خاوند بیوی کی ملازمت پر راضی نہ ہو تو اسلام نے خاوند کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ملازمت کرنے سے روک سکتا ہے۔ لیکن اگر بیوی اپنے خاوند کی اجازت اور مرضی سے ملازمت کرتی ہے تو بیوی کی تمام تر آمد پر بیوی کا ہی حق ہوگا، خاوند کو اس کی آمد پر کسی قسم کا تصرف حاصل نہیں ہوگا۔ اسلام نے میاں بیوی کے حقوق و فرائض کا ہر موقع پر خیال رکھا ہے۔ چنانچہ میاں بیوی کے حقوق و فرائض کی تقسیم میں گھر سے باہر کی تمام تر ذمہ داریوں کی ادائیگی اور بیوی بچوں کے نان و نفقہ کی فراہمی وغیرہ اللہ تعالیٰ نے خاوند کے سپرد کی ہے اور گھریلو ذمہ داریاں (جن میں گھر کے مال کی حفاظت، خاوند کی ضروریات کی فراہمی اور بچوں کی پرورش وغیرہ شامل ہیں) اللہ تعالیٰ نے بیوی کو سونپی ہیں۔

پھر آپ نے جو عورت کے شادی نہ کرنے یا اس کے خلع یا طلاق یافتہ ہونے کی بات کر کے اسے ترکہ میں سے مرد کے برابر حصہ دینے کی بات کی ہے یہ بھی درست نہیں کیونکہ اگر مرد کی بھی شادی نہ ہوئی ہو یا اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہو یا بیوی نے خلع لے لی ہو تو پھر اسے بھی بیوی کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملتا اور عموماً طلاق کی صورت میں اور بعض اوقات خلع کی صورت میں بھی اسے بیوی کو حق مہر دینا پڑتا ہے۔ جبکہ بیوی کو طلاق یا خلع کی صورت میں اپنے خاوند کو کچھ نہیں دینا پڑتا۔

باقی آجکل مغربی معاشرہ کے زیر اثر عورتوں کو ویسے ہی ہر چیز اور ہر جگہ یہ وہم ہو جاتا ہے کہ ان کا حق مارا جا رہا ہے۔ اسلام کی تعلیم مساویانہ حقوق و فرائض کے احکامات پر مبنی ایک کامل اور دائمی تعلیم ہے۔ جس میں کسی قسم کی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال امریکہ سے ایک دوست نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں لکھا کہ سورۃ الفاتحہ کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کیا گیا ہے جس میں خدا تعالیٰ کے ذاتی نام اور دو صفات کا ذکر ہے۔ لیکن اس میں احد یا واحد کی صفت کیوں نہیں بیان کی گئی، جبکہ قرآن کریم کی تعلیم کا مقصد تو خدا تعالیٰ کی وحدانیت ثابت کرنا ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 31/اگست 2022ء میں اس سوال کے بارے میں درج ذیل ہدایات فرمائیں۔ حضور نے فرمایا:

جواب یہ اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس نے مخلوق کو توحید کی تعلیم سے جس طرح متعارف کروایا ہے، کسی مذہب نے نہیں کروایا۔ خدا تعالیٰ کا ذاتی نام ''اللہ'' توحید کی جڑھ ہے جو ہر قسم کی صفات الٰہیہ کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں: قرآن کی اصطلاح کی رُو سے اللہ اُس ذات کا نام ہے جسکی تمام خوبیاں حُسن و احسان کے کمال کے نقطہ پر پہنچی ہوئی ہوں اور کوئی مَنقصت اُس کی ذات میں نہ ہو۔ قرآن شریف میں تمام صفات کا موصوف صرف اللہ کے اسم کو ہی ٹھہرایا ہے تا اِس بات کی طرف اشارہ ہو کہ اللہ کا اسم تب متحقق ہوتا ہے کہ جب تمام صفات کاملہ اس میں پائی جائیں۔ (ایام الصلح، روحانی خزائن، جلد 14، صفحہ 247) پس قرآن کریم کا آغاز خدا تعالیٰ کے ذاتی نام ''اللہ'' کے ساتھ کر کے وحدانیت کی صفت کو بھی نہایت عمدہ طریق سے اسکے اندر سمو دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ جس کا ترجمہ ہے وہ معبود۔ یعنی وہ ذات جو غیر مدرک اور فوق العقول اور وراء الوراء اور دقیق در دقیق ہے جس کی طرف ہر ایک چیز عابدانہ رنگ میں یعنی عشقی فنا کی حالت میں جو نظری فنا ہے یا حقیقی فنا کی حالت میں جو موت ہے رجوع کر رہی ہے۔

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 268)

پس اللہ کے لفظ میں ہی یہ مضمون بیان کر دیا گیا جس سے خدا تعالیٰ کی توحید اور اسی کے معبود یکتا ہونے اور اسکے ساتھ کسی کے شریک نہ ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔

پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ قرآن کریم کی ہر آیت میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی صفت لازمی بیان ہو۔ قرآن کریم تو وہ کامل کتاب ہے جو خدا تعالیٰ کی وحدانیت کے قیام کے ساتھ ساتھ اس معبود حقیقی کی دیگر صفات کو بھی اپنے متبعین کیلئے خوب کھول کر بیان کرتی ہے۔ ورنہ تو یہ اعتراض پھر قرآن کریم کی آخری دو سورتوں پر بھی وارد ہوگا کہ ان میں صرف ربّ، مالک اور الٰہ کی صفات بیان ہوئی ہیں اور احد یا واحد کی صفت بیان نہیں ہوئی۔

دراصل قرآن کریم وہ کامل آسمانی کتاب ہے جو خدا تعالیٰ کی تمام صفات کے برمحل بیان کے ساتھ ساتھ اپنی تعلیم اور تاثیر اور قوت اصلاح اور روحانی خاصیت سے اپنے پیروکاروں کو ہر ایک گناہ اور گندی زندگی سے نجات دلا کر ایک پاک زندگی عطا کرنے والی، خدا تعالیٰ کی شناخت کیلئے کامل بصیرت عطا کرنے والی، خدا تعالیٰ کے ساتھ عشق کا تعلق بخشنے والی اور طالب خدا کو اس کی منزل مقصود تک پہنچانے والی ہے۔

(ظہیر احمد خان، مربی سلسلہ، انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

(مطبوعہ اخبار روزنامہ الفضل انٹرنیشنل 18/نومبر 2023ء)

......☆......☆......☆......

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہر احمدی اپنے آپ کو
تقویٰ میں بڑھانے کیلئے جدوجہد کرے
(پیغام حضور انور برموقع جلسہ سالانہ سکینڈے نیویا 2018)

طالب دعا: شیخ غلام احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بھدرک (اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

اپنے نیک نمونے کے ذریعہ
لوگوں کے دلوں کو اسلام احمدیت کیلئے جیتنے کی کوشش کریں
(پیغام حضور انور برموقع جلسہ سالانہ سکینڈے نیویا 2018)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، صوبہ اڈیشہ)

اگر آپ احمدی ہیں اور آپ خلیفہ وقت کی طرف سے دی گئی ہدایات پر عمل کرتے ہیں اور خلیفہ وقت کے کامل فرمانبردار ہیں، اگر آپ اپنی بیعت کی شرائط پر پوری طرح عمل کر رہے ہیں، اگر آپ اپنی بیعت کی عزت و تکریم کر رہے ہیں تو پھر آپ ایک اچھے احمدی مسلمان ہیں اور یہی آپ کی روایت، کلچر اور تعلیم ہے

ہمارا یہ پختہ ایمان ہے کہ اللہ شفا دینے والا ہے اور وہ شافی ہے، اسی وجہ سے میں ہمیشہ احمدی ڈاکٹرز کو کہتا ہوں کہ جب کبھی وہ مریضوں کیلئے کوئی نسخہ لکھ رہے ہوں تو انہیں ھوالشافی لکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ شفا دینے والا ہے نہ کہ وہ اور نہ ہی ان کی دوائی اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس دوائی کو مریضوں کیلئے شفا کا موجب بنائے

خدام الاحمدیہ کے تمام عہدیداروں کو ایک ٹیم تشکیل دینی چاہئے تا کہ وہ لوگ جو جماعت سے اتنا زیادہ جڑے نہیں ہیں ان سے ذاتی روابط قائم کرنے کی کوشش کریں اور اس طریقے سے وہ آپ کے زیادہ قریب آجائیں گے

اسکول کے دوران بھی نماز کا وقت ہو جائے تو نماز پڑھنے کی کوشش کریں، پھر اپنا دینی علم بڑھانے کی کوشش کریں کیونکہ آپ کے دوست آپ سے سوال کر سکتے ہیں اور بحث کر سکتے ہیں وہ جب آپ سے سوال کریں گے تو آپ کو اس قابل ہونا چاہئے کہ ان کے سوالات کے جواب مذہبی نقطہ سے دے سکیں

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ مجلس خدام الاحمدیہ Los Angeles امریکہ کی آن لائن ملاقات اور حضور انور کی زرّیں نصائح

امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 6/مارچ 2022ء کو ممبران مجلس خدام الاحمدیہ (Los Angeles) امریکہ سے آن لائن ملاقات فرمائی۔ حضور انور نے اس ملاقات کو اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں قائم ایم ٹی اے سٹوڈیوز سے رونق بخشی جبکہ ممبران مجلس خدام الاحمدیہ نے بیت الحمید مسجد کیلیفورنیا (امریکہ) سے آن لائن شرکت کی۔

اس ملاقات کا آغاز حسب روایت تلاوت قرآن کریم سے ہوا جس کے بعد ممبران مجلس خدام الاحمدیہ کو حضور انور سے اپنے عقائد اور عصر حاضر کی بابت سوالات پوچھنے کا موقع ملا۔

ایک خادم نے سوال کیا کہ ایک خادم مغربی کلچر (جس میں وہ پیدا ہوا ہے) اور مشرقی کلچر (جو اس کے والدین کا ہے) کے تضاد میں جو دقت محسوس کرتا ہے، ان دونوں سے کس طرح مضبوط تعلق رکھ سکتا ہے اور وہ کس طرح ایک اچھا احمدی مسلمان رہ سکتا ہے؟

حضور انور نے فرمایا کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اگر اسلام ایک عالمگیر مذہب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو پھر وہاں ثقافت کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہونا چاہئے۔ لوگ مختلف ثقافتوں سے اسلام میں داخل ہوں گے۔ اگر آپ امریکہ میں تمام لوگوں کو یا اکثریت کو مسلمان بنا دیں اور انہیں احمدیت کی آغوش میں لے آئیں تو کیا وہ آپ کا ایشین کلچر اپنائیں گے؟ نہیں وہ صرف اسلام کی تعلیمات پر عمل کریں گے اور اسلام کی تعلیمات یہ ہیں کہ انسان کو اپنے خالق یعنی اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے چاہئیں۔ وہ حقوق یہ ہیں کہ اسکی عبادت کرو جیسا کہ قرآن کریم میں حکم فرمایا گیا ہے۔ یا جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں بتایا ہے اور اپنے عمل سے ظاہر کیا۔ دوسرا یہ کہ قرآن کریم کے احکامات وارشادات پر عمل کرو۔ تو یہ کلچر کی بات نہیں ہے۔ اپنا کلچر دوسروں پر تھوپنے کی کوشش نہ کریں۔ اس لیے نو مبائع بے چین یا پریشان ہوتے ہیں جب وہ آپ کی صحبت میں آتے ہیں یا آپ کے اجلاسات میں آتے ہیں۔ آپ اپنا ایشین کلچر ان پر تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں، ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ آپ صرف انہیں اسلام کی تعلیمات کے متعلق بتانے کی کوشش کریں اور سمجھائیں کہ یہ مذہب ہے اور یہ کلچر ہے۔ آپ کی اپنی روایات ہیں۔ کئی ایسی ایشین روایات ہیں جو اسلام کی تعلیمات سے ٹکراتی ہیں۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اسلام یہ باتیں سکھاتا ہے۔ بہت سی بدعات ہیں جو اسلام کی تعلیمات میں داخل ہوگئی ہیں اور جن کا اسلام کی تعلیمات سے کوئی سروکار نہیں ہے، یہ کلچر ہے۔ تو اگر آپ پانچ وقت نمازیں ادا کرتے ہیں، اگر آپ اخلاقی طور پر اچھے ہیں، اگر آپ قرآن کریم کے احکامات پر عمل کر رہے ہیں۔ قرآن کریم میں 700 یا 700 سے زائد احکامات دیے گئے ہیں، اگر آپ ان پر عمل کر رہے ہیں تو وہ کافی ہے۔ ورنہ آپ اسلام کا پیغام نہیں پھیلا سکتے اور تبلیغ نہیں کر سکتے۔ عرب لوگوں کی اپنی ثقافت ہے، افریقن لوگوں کی اپنی ثقافت ہے، امریکن لوگوں کی اپنی ثقافت ہے، یورپین لوگوں کی اپنی ثقافت ہے اور ایشین لوگوں کی اپنی ثقافت ہے۔ ایشیا میں کئی ثقافتیں اور مذاہب پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ہندو ہیں۔ ہندو ثقافت نے پاکستانی ثقافت کو متاثر کیا ہے کیونکہ پرانے زمانے میں دونوں ایک دوسرے کے ساتھ آباد تھے۔ تو انسان کو ہمیشہ یہ دیکھنا چاہئے کہ اسلام کی حقیقی تعلیم کیا ہے۔ اسلامی کلچر ہی اصل کلچر ہے۔ وہ کوئی ایشین کلچر نہیں ہے۔ اور اسلامی کلچر اصل میں اسلامی تعلیمات ہی ہیں۔ یعنی قرآن کریم کے تمام احکامات پر عمل کرنا۔ اسکے علاوہ اَور کچھ نہیں ہے۔ اگر آپ اپنی پنجوقتہ نمازیں ادا کر رہے ہیں، اگر آپ قرآن کریم پڑھ رہے ہیں، اگر آپ اخلاقی طور پر اچھے ہیں، اگر آپ قرآن کریم کے احکامات پر عمل کر رہے ہیں، اگر آپ بگڑے ہوئے یا رشوت خور نہیں ہیں، اگر آپ اپنے والدین اور اپنے بڑوں کی عزت کرتے ہیں جیسا کہ ان کا حق ہے اگر آپ اپنی قوم کے ساتھ سچے اور وفادار ہیں، اگر آپ جہاں کہیں پر بھی ہوں بڑی محنت سے کام کر رہے ہیں مثلاً اگر آپ طالب علم ہیں اور آپ ایک اچھے طالب علم بننے کیلئے بڑی محنت سے کام کر رہے ہیں، پھر یہی آپ کا کلچر ہے اور یہی تعلیم ہے اسکے علاوہ اَور کچھ نہیں ہے۔ اگر آپ احمدی ہیں اور آپ خلیفہ وقت کی طرف سے دی گئی ہدایات پر عمل کرتے ہیں اور خلیفہ وقت کے کامل فرمانبردار ہیں۔ اگر آپ اپنی بیعت کی شرائط پر پوری طرح عمل کر رہے ہیں، اگر آپ اپنی بیعت کی عزت و تکریم کر رہے ہیں تو پھر آپ ایک اچھے احمدی مسلمان ہیں اور یہی آپ کی روایت، کلچر اور تعلیم ہے۔

پھر ایک خادم نے سوال کیا کہ بعض سائنسدانوں اور ڈاکٹروں کا نظریہ ہے کہ ہومیو پیتھک اور ہربل ادویہ صرف پلاسیبو (placebo) کا کام دیتی ہیں۔ اور ان کا بیماریوں کے علاج میں کوئی کردار نہیں۔ بطور احمدی ہمیں اس کا کیسے جواب دینا چاہئے؟ نیز ہومیو پیتھک کے جسم پر اثرات کے بارے میں مزید جاننے کیلئے کون سے ذرائع میسر ہیں؟

حضور انور نے فرمایا کہ یہ عہد جدید کے ڈاکٹرز اور ریسرچرز کا پروپیگنڈا ہے جو ایلوپیتھی کو ترجیح دیتے ہیں کہ ہومیوپیتھی کا نفسیاتی اثر ہے اور اس کا علاج سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ عہد قدیم میں ان دیسی اور ہربل ادویہ کو مریضوں کے علاج کیلئے استعمال کیا جاتا تھا۔ اور اس علاج کے اچھے اور امید افزا نتائج نکلتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ہومیو پیتھک میں تو میرا ذاتی تجربہ بھی ہے۔ دوائی کے معاملہ میں مَیں یہ نہیں مانتا کہ اس کا مجھ پر کوئی معجزانہ اثر ہے یا اس کا مجھ پر کوئی معجزانہ اثر ہوسکتا ہے۔ میں اس کو بس دوائی کے طور پر لیتا ہوں اور میری بیماری کا علاج ہو جاتا ہے۔ یہ کہنا درست نہیں کہ کوئی تحقیق نہیں ہو رہی۔ ہومیوپیتھی میں ڈاکٹرز اور ریسرچرز کی فرانس اور جرمنی میں ایک خاصی تعداد ہے جو اس پر تحقیق کر رہے ہیں بلکہ انڈیا میں بھی وہ نئی ادویہ متعارف کروا رہے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ کونسی دوائی ہمارے لیے مفید ہے۔ اگر آپ کا ایمان ہے کہ شفا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے تو اللہ تعالیٰ تو کسی بھی دوائی کے ساتھ شفا دے سکتا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ کونسی دوائی مفید ہے۔ ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ دوائی لے رہے تھے تو آپ نے ہومیوپیتھی دوائی لی، پھر دیسی ہربل دوائی لی اور پھر ایلوپیتھی دوائی لی، کسی بیماری کیلئے جو بیماری بھی تھی۔ کوئی شخص ساتھ بیٹھا ہوا تھا اس نے پوچھا آپ نے تینوں نسخے لیے ہیں۔ آپ کو کیا علم کہ کون سی دوائی مؤثر ہوگی۔ آپؓ نے فرمایا کہ مجھے ان میں سے کسی ایک پر بھی اعتبار نہیں ہے۔ میں صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہوں اور مجھے علم ہے کہ وہ شفا دینے والا ہے۔ اور مجھے صرف اتنا علم ہے کہ مجھے پتا نہیں۔ میں وہ نہیں جسے غیب کا علم ہو۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور مجھے علم نہیں کہ کونسی دوائی میرے لیے مؤثر ہے۔ اسی وجہ سے میں نے تمام دوائیاں لے لی ہیں۔ چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہومیوپیتھی میں شفا رکھی ہے تو وہ کارآمد ہوگی۔ اگر ایلوپیتھی میں شفا رکھی ہے تو وہ کارآمد ہوگی اور اگر اللہ تعالیٰ نے دیسی دوائیوں میں شفا رکھی ہے تو وہ کارآمد ہوں گی۔ اس بات کا ہمارے ایمان کے ساتھ تعلق نہیں ہے کہ ہومیوپیتھی ہی وہ واحد دوائی ہے جو کارآمد ہوگی۔ مگر ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھیں اور ہمارا یہ ایمان ہونا چاہئے کہ وہ شفا دینے والا ہے۔ گو مریضوں کی ایک خاصی تعداد ایسی ہے جن کا ڈاکٹرز ہسپتالوں میں طبی علاج کرتے ہیں اور وہ مجھے ہومیوپیتھی نسخہ کیلئے لکھتے ہیں۔ اگر کوئی ہومیوپیتھی نسخہ ہو تو ہمارے ڈاکٹرز کے مشورہ کے ساتھ میں انہیں دوائی بھجواتا ہوں اور بعض اوقات وہ مؤثر ہوتی ہے۔ بعض اوقات ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ ہمارے علاج معالجہ کے مطابق اس بیماری نے لمبا عرصہ رہنا تھا مگر اس کا علاج قلیل وقت میں ہو گیا ہے اور یہ تو ایک معجزہ ہے۔ سو ہمیں علم نہیں کہ آیا ایلوپیتھی دوائی دعاؤں کے ساتھ کارآمد ہوئی۔ اور وہ معجزہ اسکے نتیجہ میں رونما ہوا یا پھر ہومیوپیتھی دوائی کے نتیجہ میں۔ سو اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ ہم کسی بھی دوائی پر بھروسہ نہیں رکھتے۔ ہمارا یہ پختہ ایمان ہے کہ اللہ شفا دینے والا ہے اور وہ شافی ہے۔ اسی وجہ سے میں ہمیشہ احمدی ڈاکٹرز کو کہتا ہوں کہ جب کبھی وہ مریضوں کیلئے کوئی نسخہ لکھ رہے ہوں تو انہیں ھوالشافی لکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ شفا دینے والا ہے نہ کہ وہ اور نہ ہی ان کی دوائی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس دوائی کو مریضوں کیلئے شفا کا موجب بنائے۔

ایک خادم نے سوال کیا کہ حال ہی میں سوشل میڈیا پر بعض احمدیوں نے خلیفہ وقت کی اطاعت کا بہترین نمونہ نہیں دکھایا۔ پیارے حضور ایسے خدام کو کیسے سمجھایا جا سکتا ہے کہ کامل اطاعت خلافت ایک لازمی امر ہے اور بہت سی برکتوں کا سرچشمہ ہے۔ یہ بہت ہی مفید ہوگا اگر حضور انور صحابہ رضوان اللہ علیہم کا نمونہ پیش کر سکیں کہ کس طرح انہوں نے خلفاء کی اطاعت کی۔

حضور انور نے فرمایا کہ آپ چاہتے ہیں کہ میں اس پر ایک پورا خطبہ دوں جو کہ میں دے چکا ہوں۔ میں ہمیشہ سے دیتا چلا آیا ہوں۔ اگر آپ شرائط بیعت والی کتاب کا مطالعہ کر لیں جو میرے خطبات اور خطابات پر مشتمل ہے تو اس میں اس سوال کا بڑی تفصیل کے ساتھ جواب دیا گیا ہے۔ بہر حال بات یہ ہے کہ ان کو مذہب کی کوئی پروا نہیں۔ اگر آپ تفصیلی جائزہ لیں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ان میں سے اکثر پنجوقتہ نماز ادا نہیں کر رہے بلکہ جمعہ کی نماز بھی نہیں پڑھتے۔ وہ ان فرائض

کو ادا نہیں کرتے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کو سونپا ہے۔ پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتے وہ خلافت کے فرمانبردار کس طرح ہو سکتے ہیں؟ بلکہ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو نماز ادا کرتے ہیں لیکن ان میں دین اور اطاعت کا فہم نہیں پایا جاتا۔ آپ خدام الاحمدیہ کے عہد میں ہمیشہ دہراتے ہیں، بلکہ یہ بیعت کی بھی ایک شرط ہے کہ آپ خلیفہ وقت کے معروف فیصلوں کی اطاعت کریں گے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ خلیفہ وقت ایسے فیصلے بھی کر سکتا ہے جو معروف نہ ہوں۔ لیکن وہ اس بات میں غلطی پر ہیں۔ کیا ان کے پاس کوئی ایسی فہرست ہے جو معروف اور غیر معروف میں امتیاز کرے کہ یہ ٹھیک ہے اور یہ غلط ہے؟ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ قرآن کریم میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے استعمال ہوا ہے کہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معروف فیصلوں کی اطاعت کروں گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا کہ کیا انہوں نے ایک فہرست تیار کی تھی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فلاں فیصلہ معروف اور فلاں فیصلہ غیر معروف تھا؟ پس آپؓ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی حکم دیا ہے اسکی وہ پابندی کریں گے۔ ابھی میں نے پچھلے خطبہ میں ذکر کیا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا کہ اگر آپ دیکھیں کہ میں قرآنی حکموں یا سنت سے ہٹ رہا ہوں تو میری راہنمائی کرنا اور میری اطاعت مت کرنا۔ لیکن اسکے علاوہ آپ کو (نافرمانی کا) کوئی حق نہیں۔ پس اس کا یہ مطلب ہے کہ خلیفہ وقت ہمیشہ قرآن کریم کے احکام اور سنت کے مطابق آپ کو ہدایات دیتا ہے اور جب اس نے قرآن اور سنت کے موافق ہدایت دے دی تو آپ کے پاس نافرمانی کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ یا تو آپ کو ثابت کرنا ہوگا کہ آپ کے احکام اور ہدایات قرآن کریم اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہیں یا آپ کو اطاعت کرنی ہوگی۔ اگر آپ یہ کہیں کہ یہ قرآن کریم میں کہیں نہیں لکھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کبھی عمل نہیں کیا تو آپ کو اس کا ثبوت پیش کرنا ہوگا۔ آپ کو یہ بات خلیفہ وقت کو لکھنی ہوگی۔ بجائے اسکے کہ آپ باتیں پھیلائیں اور سوشل میڈیا پر لغو تبصرے کریں، یہ صحیح طریقہ ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اپنے پہلے یا دوسرے خطبہ میں یہ کہا تھا کہ اگر آپ کو مجھ میں کبھی کوئی غلطی نظر آئے تو مجھ سے سوال کریں اور میری تصحیح کی کوشش کریں۔ اگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ ٹھیک ہے تو میں آپ کو اس کا ثبوت دے دوں گا کہ میں صحیح ہوں اور اگر آپ کی بات درست ہوگی تو میں اپنی تصحیح کرلوں گا۔ لیکن آپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ آپ ادھر ادھر باتیں پھیلائیں۔ یہ بات میں نے خلافت کے بعد پہلے یا دوسرے خطبہ میں بیان کی تھی۔ پس میں خود یہ بات کہہ چکا ہوں۔ پس معروف کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ بات جو قرآن کریم کے مطابق ہو وہ معروف کے زمرہ میں آتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ صحابہ کا ایک گروہ ایک مہم پر بھیجا گیا، راستہ میں انہوں نے ایک آگ جلائی تو امیر قافلہ نے کہا کہ اس آگ میں کود جاؤ۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ ٹھیک ہے، کیونکہ یہ امیر کا حکم ہے اس لیے اسکی اطاعت کرنی ہوگی۔ باقیوں نے کہا کہ نہیں، یہ خودکشی ہے، ہمیں یہ نہیں کرنا چاہئے۔ پھر بھی کچھ ایسے تھے جو کودنے کیلئے تیار تھے۔ تب امیر نے انہیں روکا اور کہا کہ نہیں نہیں میں تو صرف مذاق کر رہا تھا۔ جب وہ واپس لوٹے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپ لوگ ایسا کر گزرتے تو یہ غلط ہوتا۔ یہ خودکشی ہوتی۔ امیر کا یہ فیصلہ معروف نہیں تھا اور اسلام کی تعلیم اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق نہیں تھا اور جنہوں نے ایسا کرنے سے انکار کیا تھا انہوں نے ٹھیک کیا اور جو آگ میں کودنے کیلئے تیار تھے وہ غلطی پر تھے اور امیر کا یہ حکم دینا بھی غلط تھا۔ یہ اصل بات ہے کہ جو فیصلہ قرآن کریم کی تعلیم اور سنت کے برخلاف ہو وہ معروف نہیں۔ اور ایسے فیصلے سے انکار کرنا آپ کا حق ہے لیکن جو فیصلہ قرآن اور سنت کے مطابق ہو اس کی اطاعت کرنا آپ پر لازم ہے۔ اگر آپ کہیں کہ فلاں بات اچھی نہیں ہے اور فلاں بات درست نہیں ہے تو آپ خلیفہ وقت کو لکھیں۔ آپ ان سے دریافت کریں کہ آپ ہمیں حکم کیوں دے رہے ہیں؟ آپ ہمیں اس ارشاد یا ہدایت کی تعمیل کرنے کا کیوں حکم دے رہے ہیں جبکہ وہ غلط ہے اور قرآن اور سنت کے مخالف ہے۔ پھر خلیفہ وقت یہ ثابت کرے گا کہ اس کا فیصلہ صحیح تھا۔ یا وہ اس بات کا اعتراف کرے گا کہ تم صحیح ہو اور پھر وہ اس فیصلہ کو واپس لے لے گا۔ لیکن آپ کو سوشل میڈیا پر غلط باتیں کرنے یا لوگوں کو گمراہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

ایک خادم نے سوال کیا کہ کچھ خدام اور اطفال مسجد سے دور ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کے والدین ان کو مسجد نہیں لے کر آتے۔ ایسے خدام اور اطفال سے بمشکل تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اس معاملے کے متعلق حضور انور کی کیا راہنمائی ہے؟

حضور انور نے فرمایا کہ اگر وہ اپنے والدین کی وجہ سے جماعت سے دور ہو چکے ہیں تو پھر جماعتی نظام کے تحت اور انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کے ذریعہ ایک مشترکہ اور مربوط کوشش ہونی چاہئے تاکہ ان والدین یا بزرگوں کی تربیت کر سکیں۔ ان کو ان کی شکایات کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ عمومی طور پر والدین میں جماعت سے اس وجہ سے دوری ہو جاتی ہے کیونکہ عہدیداران سے ان کی ذاتی رنجش پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر عہدیدار اچھے بھی ہوں تو بھی وہ بدل جائیں گے۔ تو عہدیداران کا کام ہے کہ وہ ان لوگوں کے شبہات اور رنجشوں کو دور کرنے والے ہوں۔ جب ان کی اصلاح ہو جائے گی تو بچوں کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کو منصوبہ بندی بھی کرنی چاہئے کہ ان کا اطفال اور خدام کے ساتھ ایک ذاتی تعلق ہو۔ صرف ان کو مسجد یا میٹنگز یا اجتماعات پر آنے کیلئے نہیں کہنا بلکہ اگر آپ کی کھیلنے کی جگہیں ہوں اور آپ وہاں فٹ بال یا کسی اور کھیل کھیلنے کیلئے جمع ہوں تو آپ ان سے پوچھ سکتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ ادھر کھیلنے آجاؤ۔ تو جب وہ آپ کے پاس کھیلنے کیلئے آنا شروع ہو جائیں گے تو وہ آپ سے ایک حد تک جڑ جائیں گے اور وقت کے ساتھ ساتھ ان کا جماعت سے اور آپ سے تعلق بہتر ہو جائے گا۔ تو خدام الاحمدیہ کے تمام عہدیداروں کو ایک ٹیم تشکیل دینی چاہئے تاکہ وہ لوگ جو جماعت سے اتنا زیادہ جڑے نہیں ہیں ان سے ذاتی روابط قائم کرنے کی کوشش کریں اور اس طریقے سے وہ آپ کے زیادہ قریب آجائیں گے لیکن اس سے پہلے جماعت کی مکمل انتظامیہ کے تحت ایک مربوط کوشش ہونی چاہئے۔ یعنی جماعتی نظام اور ذیلی تنظیموں کے تحت جس کے ذریعہ سے وہ ان کے والدین کے شبہات اور رنجش کو دور کر سکیں۔ اور لجنہ بھی یہ کرے۔ اگر ان کی اصلاح ہو جاتی ہے تو وہ جماعت سے جڑ جائیں گے اور بچے بھی مسجد آنا شروع ہو جائیں گے۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ آپ بچوں کو جماعت سے جوڑنے میں کامیاب ہو جائیں لیکن کچھ عرصہ کے بعد ان کے والدین ان کو کہیں کہ نہیں تم مسجد نہیں جا سکتے، اگر وہ 15 سال یا اس سے کم عمر کے ہوں گے۔ اگر وہ اس سے اوپر ہوں تو وہ اپنا خود فیصلہ کر سکتے ہیں لیکن جیسا کہ میں نے کہا کہ ہمیں پوری فیملی کی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے اور اس کیلئے ہمیں پر عزم طریقہ سے کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

ایک خادم نے سوال کیا کہ کس طرح وہ اپنے دوستوں کو مذہب پر یقین اور ہر فرد کی زندگی میں مذہب کی اہمیت کا بتا سکتے ہیں؟

حضور انور نے فرمایا کہ اگر آپ عملی احمدی مسلمان ہیں اور آپ کے دوست آپ میں کوئی خاص بات محسوس کرتے ہیں تو وہ خود اس کو محسوس کریں گے۔ اگر آپ اچھے اخلاق کے مالک ہیں اور ہر کسی سے ہمیشہ اچھے طریق سے پیش آتے ہیں اور آپ کے طور طریقے باقی طلبہ سے الگ ہیں تو پھر وہ آپ سے خود پوچھیں گے کہ ایسا کیوں ہے۔ پھر آپ انہیں بتا سکتے ہیں کہ یہ اس لیے ہے کہ میں ایک احمدی مسلمان ہوں اور ہم مذہب میں یقین رکھتے ہیں۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ جب ہم کچھ اچھا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا میں یا آخرت میں اسکا اجر دیتا ہے اور پھر کیونکہ ہم حیات بعد الموت کے قائل ہیں اس لیے اپنے اللہ کو راضی رکھنے کیلئے اور اچھے اجر کے حصول کیلئے ہم اچھے کام کرتے ہیں اور ہم معاشرے میں پیار، امن اور رواداری بڑھانے کیلئے اچھے کام کرتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے حقوق اللہ کو ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضور انور نے مزید فرمایا کہ جب آپ ان سے اس طرح بات کریں گے تو پھر جو دلچسپی رکھتے ہیں وہ آپ سے مذہب کے بارے میں مزید پوچھیں گے۔ جو دلچسپی نہیں رکھتے وہ آپ کو چھوڑ دیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ آپ کا مذاق اڑائیں۔ لیکن آپ نے ان کی پروا نہیں کرنی۔ آپ کو ان کے مذاق اڑانے کی وجہ سے کسی قسم کے احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ آپ کو خود اپنے گرد ایک ماحول بنانا ہوگا تاکہ لوگ آپ سے پوچھیں کہ مذہب کیا ہے؟

ایک اَور خادم نے ایسا ہی سوال کیا کہ وہ سکول میں اور اپنی روزمرہ زندگی میں منفی پہلوؤں سے کس طرح نبرد آزما ہو سکتے ہیں؟

حضور انور نے ایک مرتبہ پھر اپنے مثالی نمونہ کو پیش کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو اچھے دوست بنانے چاہئیں۔ اگر آپ فطرتاً اچھے ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہیں تو پہلا حکم تو اس کے آگے جھکنے کا ہے، نماز ادا کرنے کا ہے۔ جب سکول کے دوران بھی نماز کا وقت ہو جائے تو نماز پڑھنے کی کوشش کریں۔ اپنے استاد سے اجازت لیں کہ بریک (break) میں یا جب بریک نہ بھی ہو کہ اس وقت میری نماز کا وقت ہے۔ اگر آپ مجھے چند منٹ دے دیں تاکہ میں نماز ادا کرلوں تو اس طرح آپ کے باقی دوست سمجھ جائیں گے کہ آپ الگ مزاج کے آدمی ہیں۔

حضور انور نے مزید فرمایا کہ اگر آپ کے اخلاق اچھے ہیں، آپ ہمیشہ اچھی طرح پیش آتے ہیں، آپ کی زبان ہمیشہ اچھی ہوتی ہے، آپ کسی بداخلاقی میں ملوث نہیں ہیں، دوسروں کا برا نہیں سوچتے اور نہ ہی کسی کو نقصان پہنچاتے ہیں، کسی سے لڑائی جھگڑا نہیں کرتے، ہمیشہ اپنے سکول کے کام میں یا سکول کی دیگر سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں، تب انہیں پتا لگ جائے گا کہ یہ طلبہ باقیوں سے مختلف ہیں اور ایسے طلبہ جو اچھی فطرت کے ہیں وہ خود آپ کے پاس آئیں گے اور آپ کو دوست بنانا چاہیں گے۔ تو یہ طریق ہے ...... پھر اپنا دینی علم بڑھانے کی کوشش کریں کیونکہ بعض دفعہ وہ آپ سے سوال کر سکتے ہیں اور بحث کر سکتے ہیں۔ وہ بہت سے سوالات کر سکتے ہیں اور پھر وہ جب آپ سے سوال کریں گے تو آپ کو اس قابل ہونا چاہئے کہ ان کے سوالات کے جواب مذہبی نقطہ سے دے سکیں۔

آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب وقت ختم ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ کافی سوالات کے جوابات دیے جا چکے ہیں۔

حضور انور نے مزید فرمایا کہ میں کئی نیک چہرے دیکھ سکتا ہوں۔ کافی نیک فطرت خدام یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان میں مضبوطی پیدا کرے اور انہیں جماعت کا اور اپنی قوم کا مفید اثاثہ بنائے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 29/مارچ 2022ء)

......☆......☆......☆......

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس
ہر احمدی اپنے آپ کو
تقویٰ میں بڑھانے کیلئے جدوجہد کرے
(پیغام حضور انور بر موقع جلسہ سالانہ سکینڈے نیویا 2018)
طالب دعا: شیخ غلام احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بھدرک (اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس
اپنے نیک نمونے کے ذریعہ
لوگوں کے دلوں کو اسلام احمدیت کیلئے جیتنے کی کوشش کریں
(پیغام حضور انور بر موقع جلسہ سالانہ سکینڈے نیویا 2018)
طالب دعا: افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، صوبہ اڈیشہ)

اپنی تبلیغ کی ذمہ داریوں کو سمجھیں جو کہ ہر احمدی کا فرض ہے

مَیں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ اپنی روحانی حالت کو بہتر کریں اور اپنے روزمرہ اخلاق کا معیار بلند کریں

مَیں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ جلسہ کی کارروائی کے دوران اللہ کو بہت یاد کریں، اللہ سے عہد کریں کہ اَے اللہ! ہم اس جلسہ میں تیری رضا کی خاطر، تجھے یاد کرنے کیلئے اور تیری خوشنودی کیلئے شامل ہوئے ہیں، ہمیں ان تمام رحمتوں کا وارث بنا جو تو نے اس جلسہ پر نازل کی ہیں اور ہمارے اندر اس پاک تبدیلی کو پیدا کر جس کی تجھے خواہش ہے

میں ہر احمدی کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ mta دیکھے اور اس سے فائدہ اٹھائے، آپ کو خاص طور پر میرے خطبے اور دوسرے مواقع پر کیے گئے خطابات کو سننا چاہئے

اس طرح آپ کا خلافت سے ایک مستقل تعلق بنا رہے گا اور یہ آپ کے ازدیاد ایمان کا باعث ہوگا

جماعت احمدیہ فن لینڈ کے 10ویں جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خصوصی پیغام

مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ جماعت احمدیہ مسلمہ فن لینڈ اپنا دسواں جلسہ سالانہ 17 و 18/جون 2023ء کو منعقد کر رہی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے جلسہ کو بہت کامیاب کرے اور وہ تمام لوگ جو یہاں جمع ہوئے ہیں بے پایاں روحانی فیوض حاصل کریں۔ اور اللہ کرے کہ آپ اچھائی، نیکی اور تقویٰ میں بڑھنے والے ہوں۔

آپ کو اس بات کو ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرنے کے بعد اللہ کا ایک خاص فضل اور عنایت جو اس نے ہم پر کی ہے وہ جلسہ سالانہ کا قیام ہے جو ایک یگانہ اور مقدس اجتماع ہے جو ہمیں اپنے روحانی اور اخلاقی معیار بلند کرنے، اپنے دین اسلام، قرآن اور آنحضور ﷺ کی تعلیمات کا زیادہ علم حاصل کرنے کا موقع دیتا ہے۔ یہ ہمیں اچھے کاموں میں بڑھنے اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کا موقع دیتا ہے۔ لہٰذا جو بھی فرد جماعت اس جلسہ میں شمولیت کرنے والے خوش نصیبوں میں شامل ہے اسے یاد رکھنا چاہئے کہ یہ جلسہ کوئی عام تقریب، میلہ یا تہوار نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسا اجتماع ہے جس کا واحد مقصد ہمیں اللہ کا قرب حاصل کرنے کے قابل بنانا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر جلسہ میں آنا بے کار اور بے مقصد ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس ضمن میں فرماتے ہیں:

’’اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کیلئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں۔‘‘

(اشتہار 27/دسمبر 1892ء، مجموعہ اشتہارات، جلد 1، صفحہ 361، ایڈیشن 2019ء)

اس لیے میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ جلسہ کی کارروائی کے دوران اللہ کو بہت یاد کریں۔ اللہ سے عہد کریں کہ اے اللہ! ہم اس جلسہ میں شامل ہو رہے ہیں جو تیری خاص تائید، علم اور نیک مقصد کی خاطر قائم ہوا۔ ہم اس جلسہ میں تیری رضا کی خاطر، تجھے یاد کرنے کیلئے اور تیری خوشنودی کیلئے شامل ہوئے ہیں۔ ہمیں ان تمام رحمتوں کا وارث بنا جو تو نے اس جلسہ پر نازل کی ہیں اور ہمارے اندر اس پاک تبدیلی کو پیدا کر جس کی تجھے خواہش ہے اور جس کیلئے تو نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے غلام صادق کو اس دنیا میں بھیجا ہے تاکہ ہم اس سے سچی وفاداری کا عہد باندھ سکیں۔

میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ اپنی روحانی حالت کو بہتر کریں اور اپنے روزمرہ اخلاق کا معیار بلند کریں جس کی حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کے احباب سے توقع کی ہے۔ آپ کو صرف اس بات سے خوش نہیں ہو جانا چاہئے کہ آپ نے بیعت کی ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کو مان لیا ہے بلکہ آپ کو ہر ممکنہ کوشش کرنی چاہئے کہ آپ شرائط بیعت کو پورا کریں اور اپنے اندر مستقل ایک تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اس طرح پہلے سے زیادہ نیک اور متقی احمدی مسلمان بنیں۔

میں آپ کو تاکید کرتا ہوں کہ خلافت احمدیہ کے الٰہی نظام کو ہمیشہ اولین ترجیح دیں۔ خلیفۃ المسیح سے قریبی تعلق بنا کے رکھیں اور ہمیشہ خلیفہ کے وفادار رہیں۔ آپ کو اپنے بچوں کو بھی خلافت کی اہمیت بتانی چاہئے اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ آپ کی آنے والی نسلیں خلافت احمدیہ کی مبارک پناہ، راہنمائی اور حفاظت کے اندر رہیں۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں ہر احمدی کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ mta دیکھے اور اس سے فائدہ اٹھائے۔ آپ کو خاص طور پر میرے خطبے اور دوسرے مواقع پر کیے گئے خطابات کو سننا چاہئے۔ اس طرح آپ کا خلافت سے ایک مستقل تعلق بنا رہے گا اور یہ آپ کے ازدیاد ایمان کا باعث ہوگا۔

میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی تبلیغ کی ذمہ داریوں کو سمجھیں جو کہ ہر احمدی کا فرض ہے۔ آپ کو فن لینڈ میں احمدیت اور اسلام کا پُرامن پیغام پہنچانے کیلئے متدبرانہ منصوبہ سازی اور نئے اور جدید طریقوں کو تلاش کرنا چاہئے۔

آخر پر میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کے جلسہ سالانہ کو ہر لحاظ سے کامیاب کرے اور آپ سب کو اپنا ایمان مضبوط اور مستحکم کرنے کی توفیق عطا کرے۔ اللہ آپ کو اپنی زندگیوں میں تقویٰ اور اچھے اخلاق، اور اسلام احمدیت اور انسانیت کی خدمت کی جانب جانے والی حقیقی تبدیلی لانے کی توفیق دے۔ اللہ آپ سب پر اپنا رحم کرے۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 15/نومبر 2023ء)

ملکی رپورٹیں

قادیان دارالامان میں جلسہ یوم مسیح موعودؑ کا انعقاد

مورخہ 23مارچ 2024 کو قادیان کی مندرجہ ذیل چھ مساجد میں جلسہ یوم مسیح موعود کا انعقاد ہوا۔ ہر مسجد میں صدارتی خطاب کے علاوہ دو تقاریر ہوئیں۔ پہلی تقریر ’’23مارچ کا پس منظر اور شرائط بیعت‘‘ کے موضوع پر ہوئی جبکہ دوسری تقریر ’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام و مرتبہ اور عشق رسول ﷺ‘‘ کے موضوع پر ہوئی۔ کثیر تعداد میں احباب و مستورات جلسہ میں شامل ہوکر جلسہ سے مستفید ہوئے۔

مسجد اقصیٰ میں محترم مولانا منیر احمد خادم صاحب نائب امیر مقامی قادیان کی زیر صدارت جلسہ منعقد ہوا جس میں مکرم حافظ اسلم احمد صاحب نائب افسر لنگر خانہ قادیان نے تلاوت کی اور مکرم نصر من اللہ صاحب نائب ناظر امور عامہ نے نظم پڑھی، تقریر مکرم مولوی تنویر احمد ناصر صاحب نائب ناظر نشر و اشاعت اور مکرم مولوی اسد فرحان صاحب مربی ایڈیشنل نظارت علیاء جنوبی ہند نے کی۔

مسجد مہدی میں محترم مولانا جاوید احمد لون صاحب ناظر دیوان قادیان کی زیر صدارت جلسہ منعقد ہوا، جس میں تلاوت مکرم حافظ محمد فاروق اعظم صاحب نے کی اور نظم مکرم مشتاق احمد انصاری صاحب نے پڑھی، تقریر مکرم مولوی مامون رشید تبریز صاحب نائب تدوین شعبہ تاریخ بھارت قادیان اور مکرم مولوی سید سعید الدین احمد صاحب مربی سلسلہ ہفت روزہ بدر قادیان نے کی۔

مسجد محمود میں محترم مولانا عنایت اللہ منڈاشی صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد تعلیم القرآن و وقف عارضی کی زیر صدارت جلسہ منعقد ہوا جس میں تلاوت مکرم نعیم احمد صاحب ریٹائرڈ معلم سلسلہ نے کی اور نظم مکرم لقمان احمد تقی صاحب نے پڑھی، تقریر مکرم مولوی متین الرحمٰن صاحب نائب سیکرٹری مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ اور مکرم مولوی عاشق حسین گنائی صاحب صدر محلہ محمود نے کی۔

مسجد مسرور میں محترم مولانا مظفر احمد ناصر صاحب ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ شمالی ہند قادیان کی زیر صدارت جلسہ منعقد ہوا جس میں تلاوت مکرم حافظ شیخ محمد یحییٰ صاحب متعلم جامعہ احمدیہ قادیان نے کی اور نظم مکرم وسیم احمد ملکانہ صاحب نے پڑھی، تقریر مکرم مولوی حافظ سید رسول نیاز صاحب صدر محلہ مسرور اور مکرم مولوی بلال احمد آہنگر صاحب استاد جامعہ احمدیہ قادیان نے کی۔

مسجد انوار میں محترم مولانا حافظ مخدوم شریف صاحب قائمقام ایڈیشنل ناظر اعلیٰ جنوبی ہند کی زیر صدارت جلسہ منعقد ہوا جس میں تلاوت مکرم عمیر احمد ملک صاحب متعلم جامعہ احمدیہ قادیان نے کی اور نظم مکرم لیاقت احمد چوہان صاحب نے پڑھی، تقریر مکرم مولوی محمد عارف ربّانی صاحب مربی سلسلہ نظارت نشر و اشاعت اور مکرم مولوی جمال شریعت احمد صاحب نائب ناظر ایڈیشنل نظارت اصلاح و ارشاد نور الاسلام نے کی۔

مسجد طاہر میں محترم مولانا عطاء المجیب لون صاحب صدر مجلس انصار اللہ بھارت کی زیر صدارت جلسہ منعقد ہوا جس میں تلاوت مکرم حافظ عمیر عباس نائک صاحب نے کی اور نظم مکرم عتیق احمد شفیق نے پڑھی، تقریر مکرم مولوی تبریز احمد سلیجہ صاحب معاون ناظر تعلیم اور مکرم مولوی لئیق احمد ڈار صاحب مربی نظارت علیاء نے کی۔

اللہ تعالیٰ ان اجلاسات کے بہتر نتائج پیدا فرمائے۔ آمین۔ (صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ قادیان)

Our Moto Your Satisfaction

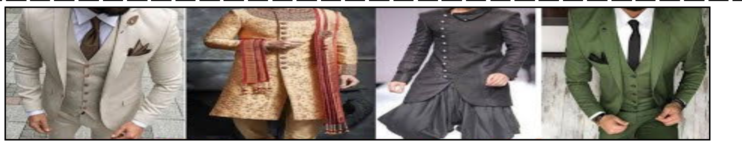

MUBARAK TAILORS

کوٹ پینٹ، شیروانی، شلوار قمیض اور vase coat کی سلائی کیلئے تشریف لائیں

Prop. : Hifazat, Sadaqat (Delhi Bazar, Shop No.33) Qadian

Contact Number : 9653456033, 9915825848, 8439659229

جنگ احد کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے خون ٹپک رہا تھا، آپ ﷺ خود اپنا خون پونچھتے جاتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ

کَیۡفَ یُفۡلِحُ قَوۡمٌ شَجُّوۡا نَبِیَّھُمۡ وَ کَسَرُوۡا رَبَاعِیَتَہٗ وَھُوَ یَدۡعُوۡھُمۡ اِلَی اللّٰہِ

وہ قوم کیسے کامیاب ہوسکتی ہے جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا اور اس کا رباعی دانت توڑ ڈالا جبکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 19/جنوری 2024 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال جنگ احد کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خون پونچھتے ہوئے کیا کہتے جاتے تھے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جنگ احد کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے خون ٹپک رہا تھا۔ آپ ﷺ خود اپنا خون پونچھتے جاتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ کَیۡفَ یُفۡلِحُ قَوۡمٌ شَجُّوۡا نَبِیَّھُمۡ وَ کَسَرُوۡا رَبَاعِیَتَہٗ وَھُوَ یَدۡعُوۡھُمۡ اِلَی اللّٰہِ۔ وہ قوم کیسے کامیاب ہوسکتی ہے جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا اور اسکا رباعی دانت توڑ ڈالا جبکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے۔

سوال اس وقت لوگوں کا کیا حال تھا جب یہ افواہ پھیلی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ شہید ہو گئے ہیں؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس خبر کے پھیلتے ہی مسلمانوں میں سے بعض نے کہا کہ اب جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو تم اپنی قوم کے پاس لوٹ چلو وہ تمہیں امان دیں گے۔ اس پر کچھ دوسرے لوگوں نے کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں تو کیا تم اپنے نبی ﷺ کے دین اور اسکے پیغام کیلئے نہیں لڑو گے یہاں تک کہ تم اپنے رب کے حضور شہید ہو کر حاضر ہو؟

حضرت ثابت بن دَحدَاح رضی اللہ عنہ نے انصار سے کہا کہ اے انصار کے گروہ! اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور اسے موت نہیں آ سکتی۔ اپنے دین کیلئے قتال کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح و کامرانی عطا کرنے والا ہے۔ یہ سن کر انصاری مسلمانوں کا ایک گروہ اٹھا اور انہوں نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر مشرکین کے اس گروہ پر حملہ کر دیا جس میں خالد بن ولید، عِکرِمہ بن ابو جہل اور عَمرو بن عاص اور ضِرَار بن خَطّاب تھے۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ کے بعد جب صحابہ کو اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہو گیا اس کی تفصیل حضور انور نے کیا بیان کی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: قتل کی افواہ کے بعد پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کو آنحضرت ﷺ کا اچانک دیدار بھی ہوا۔ حضرت ابو عُبَیدہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس وقت سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا کہ آپ ﷺ زندہ سلامت موجود ہیں۔ حضرت ابو عُبَیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ﷺ کی آنکھوں کی وجہ سے پہچانا جو خَود کے نیچے سے روشن اور منور نظر آرہی تھیں۔

وہ کہتے ہیں مجھے آنکھوں میں بڑی چمک اور روشنی نظر آرہی تھی۔ مجھے پتہ لگ گیا کہ آنحضرت ﷺ زندہ ہیں۔ غرض میں نے جیسے ہی آپ ﷺ کو پہچانا تو پوری قوّت سے چلایا کہ اے مسلمانو! تمہیں خوشخبری ہو یہ رسول اللہ ﷺ موجود ہیں۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے میری طرف اشارہ کر کے مجھے روکا کہ خاموش رہو۔

سوال جنگ احد میں آنحضرت ﷺ کے قتل کی افواہ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے کیا بیان فرمایا؟

جواب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ''مسلمانوں کیلئے یہ حملہ چونکہ بالکل غیر متوقع تھا اس لئے ان پر سخت گھبراہٹ طاری ہوگئی اور بوجہ بکھرے ہوئے ہونے کے دشمن کا مقابلہ نہ کر سکے۔ میدان پر کفار نے قبضہ کر لیا اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سراسیمگی اور اضطراب کی حالت میں مدینہ کی طرف بھاگ پڑے یہاں تک کہ رسول کریم ﷺ کے گرد صرف بارہ صحابہ رضی اللہ عنہم رہ گئے اور ایک وقت تو ایسا بھی آیا کہ بارہ بھی نہیں صرف تین آدمی رسول کریم ﷺ کے ارد گرد رہ گئے اور کفار نے خاص طور پر رسول کریم ﷺ پر تیر اندازی شروع کر دی لیکن باوجود ان نازک حالات کے آپ ﷺ برابر دشمن کے مقابلہ میں کھڑے رہے اور اپنے مقام سے نہیں ہلے۔

آخر دشمن نے یکدم ریلہ کر دیا اور وہ چند آدمی بھی دھکیلے گئے اور رسول کریم ﷺ زخمی ہو کر ایک گڑھے میں گر گئے۔ آپ ﷺ پر بعض اَور صحابہ رضی اللہ عنہم جو آپ ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے شہید ہو کر گر گئے اور اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھوڑی دیر کیلئے صحابہ رضی اللہ عنہم کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اور لشکر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ یہ خبر صحابہ رضی اللہ عنہم کیلئے اَور بھی پریشان کن ثابت ہوئی اور ان کی رہی سہی ہمت بھی جاتی رہی جو صحابہ رضی اللہ عنہم اس وقت آپ ﷺ کے گرد موجود تھے اور زندہ تھے انہوں نے لاشوں کو ہٹا کر رسول کریم ﷺ کو گڑھے میں سے نکالا اور حفاظت کیلئے آپ ﷺ کے ارد گرد کھڑے ہو گئے۔''

سوال رئیس اُبَیّ بن خَلَف کیسے مارا گیا؟

جواب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ ''جب قریش ذرا پیچھے ہٹ گئے اور جو مسلمان میدان میں موجود تھے وہ آنحضرت ﷺ کو پہچان کر آپ ﷺ کے ارد گرد جمع ہو گئے تو آپ ﷺ اپنے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی جمعیت میں آہستہ آہستہ پہاڑ کے اوپر چڑھ کر ایک محفوظ درّہ میں پہنچ گئے۔ راستہ میں مکہ کے ایک رئیس اُبَیّ بن خَلَف کی نظر آپ ﷺ پر پڑی اور وہ بغض و عداوت میں اندھا ہو کر یہ الفاظ پکارتا ہوا آپ ﷺ کی طرف بھاگا کہ ''لَا نَجَوۡتُ اِنۡ نَجَا'' کہ اگر محمد (ﷺ) بچ کر نکل گیا تو گویا میں تو نہ بچا۔ ''صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے روکنا چاہا مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو اور میرے قریب آنے دو اور جب وہ آپ ﷺ پر حملہ کرنے کے خیال سے آپ ﷺ کے قریب پہنچا تو آپ ﷺ نے ایک نیزہ لے کر اس پر ایک وار کیا جس سے وہ چکر کھا کر زمین پر گرا اور پھر اٹھ کر چیختا چلاتا ہوا واپس بھاگ گیا اور گو بظاہر زخم زیادہ نہیں تھا مگر مکہ پہنچنے سے پہلے وہ پیوند خاک ہو گیا۔''

سوال آنحضرت ﷺ نے دشمن کو دیکھ کر کیا دعا کی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرت ﷺ نے دشمن کو دیکھ کر یہ دعا کی کہ اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ لَا یَنۡبَغِی لَھُمۡ اَنۡ یَعۡلُوۡنَا، اَللّٰھُمَّ لَا قُوَّۃَ لَنَا اِلَّا بِکَ۔ اَے اللہ! ان کیلئے جائز نہیں کہ وہ ہم پر غالب آئیں۔ اَے اللہ! ہماری طاقت و قوّت نہیں ہے مگر صرف تیرے ہی ذریعہ۔

سوال جب آنحضرت ﷺ درہ پر پہنچے تو کیا ہوا؟

جواب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ درہ پر پہنچ گئے تو قریش کے ایک دستے نے خالد بن ولید کی کمان میں پہاڑ پر چڑھ کر حملہ کرنا چاہا لیکن آنحضرت ﷺ کے حکم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند مہاجرین کو ساتھ لے کر اسکا مقابلہ کیا اور اسے پسپا کر دیا۔

سوال جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے کڑیاں نکالی گئی تو کیا ہوا؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک سے دو کڑیاں جب نکالی گئیں تو خون ایسے بہنے لگا جیسے بھرے ہوئے مشکیزے سے پانی نکلتا ہے۔ مالک بن سِنَان رضی اللہ عنہ خون کو اپنے منہ سے چوسنے لگے۔ آپ ﷺ نے ان کو کہا کہ کیا تُو خون پی رہا ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے خون کو میرا خون چھو گیا اس کو آگ نہیں چھوئے گی۔

سوال غزوۂ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو زخم لگے اس حوالے سے حضور انور نے کیا بیان کیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: غزوۂ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو زخم لگے اس حوالے سے بخاری کی روایت ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے زخم کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے پوچھتے ہو تو اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں، سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہے یعنی وہ نظارہ کہ کون رسول اللہ ﷺ کا زخم دھو رہا تھا اور کون پانی ڈال رہا تھا اور کیا دوا لگائی گئی تھی۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زخم دھو رہی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں سے پانی ڈال رہے تھے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی خون کو اَور نکال رہا ہے تو انہوں نے بوری کا ایک ٹکڑہ لیا اور اس کو جلایا اور اس کو ساتھ چپکا دیا۔ اس سے خون رک گیا اور اس دن آپ ﷺ کے سامنے والا دانت بھی ٹوٹ گیا تھا اور آپ ﷺ کا چہرہ زخمی ہو گیا تھا اور آپ ﷺ کا خَود آپ ﷺ کے سر پر ٹوٹ گیا تھا۔

......☆......☆......☆......

اللہ تعالیٰ کا غضب اس شخص پر سخت ہو جاتا ہے جسے اللہ کے نبی ﷺ نے اللہ کے راستے میں قتل کیا ہو

اور اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر سخت ہو جاتا ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ خون آلود کر دیا ہو

جنگِ اُحد میں آنحضور ﷺ کو پہنچنے والی تکالیف اور فرشتوں کے نزول کے بارے میں ایمان افروز واقعات

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 26/جنوری 2023 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال جنگ احد کے دن حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی لاش کو کس حال میں پایا گیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کو اس حال میں پایا کہ ان کے جسم پر ستّر زخموں کے نشان تھے اور ان کی لاش کو کوئی نہ پہچان سکا سوائے ان کی بہن کے۔ انہوں نے انگلیوں کے پوروں سے ان کو پہچانا۔

سوال آنحضرت ﷺ کو جنگ میں جو زخم پہنچے تھے اسکی تفصیل میں حضور انور نے کون سی روایات بیان فرمائی؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ میں جو زخم پہنچے تھے اسکی تفصیل میں بعض روایات اس طرح ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق اس موقع پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اِشۡتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی مَنۡ قَتَلَہُ النَّبِیُّ فِی سَبِیۡلِ اللّٰہِ، اِشۡتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی قَوۡمٍ دَمَّوۡا وَجۡہَ نَبِیِّ اللّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ کا غضب اس شخص پر سخت ہو جاتا ہے جسے اللہ کے نبی ﷺ نے اللہ کے راستے میں قتل کیا ہو اور اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر سخت ہو جاتا ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ خون آلود کر دیا ہو۔

طبرانی کی روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ زخمی ہوئے تو فرمایا اِشۡتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی قَوۡمٍ کَلَّمُوۡا وَجۡہَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ۔ اس قوم پر اللہ کا غضب انتہائی سخت ہو جاتا ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کو زخمی کیا۔ پھر تھوڑی دیر رک کر فرمایا اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِقَوۡمِی فَاِنَّھُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ۔ اَے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ نادان ہیں۔

صحیحین کی روایت میں بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ بار بار فرما رہے تھے اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِقَوۡمِی فَاِنَّھُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ۔ اَے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ نادان ہیں۔

سوال جو زخم آنحضرت ﷺ کو جنگ احد میں پہنچے اس کی تفصیل میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کیا فرماتے ہیں؟

جواب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: درّہ میں پہنچ کر آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد سے اپنے زخم دھوئے اور جو دو کڑیاں آپ ﷺ کے رخسار میں چبھ کر رہ گئی تھیں وہ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے بڑی مشکل سے اپنے دانتوں کے ساتھ کھینچ کھینچ کر باہر نکالیں حتیٰ کہ اس کوشش میں ان کے دو دانت بھی ٹوٹ گئے۔ اس وقت آپ ﷺ کے زخموں سے بہت خون بہ رہا تھا اور آپ ﷺ اس خون کو دیکھ کر حسرت کے ساتھ فرماتے تھے۔ کَیۡفَ یُفۡلِحُ قَوۡمٌ خَضَبُوۡا وَجۡہَ نَبِیِّھِمۡ بِالدَّمِ وَھُوَ یَدۡعُوۡھُمۡ اِلٰی رَبِّھِمۡ۔ ''کس طرح نجات پائے گی وہ قوم جس نے اپنے

نبی کے منہ کو اسکے خون سے رنگ دیا۔اس جرم میں کہ وہ انہیں خدا کی طرف بلاتا ہے۔'' اسکے بعد آپؐ تھوڑی دیر کیلئے خاموش ہو گئے اور پھر فرمایا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ۔ یعنی ''اے میرے اللہ! تُو میری قوم کو معاف کردے کیونکہ ان سے یہ قصور جہالت اور لاعلمی میں ہوا ہے۔'' روایت آتی ہے کہ اسی موقعہ پر یہ قرآنی آیت نازل ہوئی کہ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ یعنی عذاب وعفو کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں۔ خدا جسے چاہے گا معاف کرے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا۔ پھر لکھتے ہیں کہ ''فاطمۃ الزہراؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق وحشتناک خبریں سن کر مدینہ سے نکل آئی تھیں وہ بھی تھوڑی دیر کے بعد اُحد میں پہنچ گئیں اور آتے ہی آپؐ کے زخموں کو دھونا شروع کردیا، مگر خون کسی طرح بند ہونے میں ہی نہیں آتا تھا۔ آخر حضرت فاطمہؓ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر اسکی خاک آپؐ کے زخم پر باندھی تب جا کر کہیں خون تھما۔ دوسری خواتین نے بھی اس موقعہ پر زخمی صحابیوں کی خدمت کر کے ثواب حاصل کیا۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے دشمنوں سے کس طرح کی ہمدردی تھی؟

جواب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: غزوہ اُحد کے موقعہ پر ایک پتھر آپؐ کے خَود پر آلگا اور اسکے کیل آپؐ کے سر میں گھس گئے اور آپؐ بے ہوش ہو کر ان صحابہؓ کی لاشوں پر جا پڑے جو آپؐ کے اردگرد لڑتے ہوئے شہید ہو چکے تھے اور اسکے بعد کچھ اَور صحابہؓ کی لاشیں آپؐ کے جسم اطہر پر جا گریں اور لوگوں نے یہ سمجھا کہ آپؐ مارے جا چکے ہیں۔ مگر جب آپؐ کو گڑھے سے نکالا گیا اور آپؐ کو ہوش آیا تو آپؐ نے یہ خیال ہی نہ کیا کہ دشمن نے مجھے زخمی کیا ہے۔ میرے دانت توڑ دیئے ہیں اور میرے عزیزوں اور رشتہ داروں اور دوستوں کو شہید کر دیا ہے بلکہ آپؐ نے ہوش میں آتے ہی دعا کی کہ رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ اے میرے ربّ! یہ لوگ میرے مقام کو شناخت نہیں کر سکے اس لئے تُو ان کو بخش دے اور ان کے گناہوں کو معاف فرما دے۔

سوال جنگ احد کے دن فرشتوں کی شمولیت کے بارے میں کیا ذکر ملتا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حارث بن صِمَّہؓ فرماتے ہیں کہ اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے بارے میں پوچھا تو مَیں نے عرض کیا کہ مَیں نے ان کو پہاڑ کی جانب دیکھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بیشک فرشتے ان کے ساتھ قتال کر رہے ہیں۔ حارثؓ کہتے ہیں پھر مَیں عبدالرحمٰنؓ کی طرف لوٹا تو مَیں نے ان کے سامنے سات کفار کو مرے ہوئے دیکھا تو مَیں نے کہا تیرا دایاں ہاتھ کامیاب ہو گیا۔ ان سب کو آپؓ نے قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اس اور اس کو میں نے قتل کیا ہے اور ان لوگوں کو ایسے شخص نے قتل کیا ہے جس کو مَیں نے نہیں دیکھا۔ تو مَیں نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم سے سچ کہا تھا۔ یعنی فرشتے ان کے ساتھ مل کر قتال کر رہے تھے۔

عبداللہ بن فضل بن عباسؓ روایت فرماتے ہیں: اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مصعب بن عمیرؓ کو جھنڈا دیا تو مصعبؓ شہید ہو گئے تو اس جھنڈے کو ایک فرشتے نے مصعب کی صورت میں پکڑ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمانے لگے: اے مصعب! آگے بڑھو تو فرشتے نے آپؐ کی طرف متوجہ ہو کر کہا مَیں مصعب نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہچان گئے کہ یہ فرشتہ ہے اسکے ذریعہ آپؐ کی مدد کی گئی ہے۔

سوال حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جنگ احد کے دن فرشتوں کی شمولیت کے بارے میں کیا بیان فرمایا؟

جواب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں: صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں جو فرشتے دیکھے گئے ان کے سروں پر سیاہ پگڑیاں تھیں اور ان کی ایک یونیفارم تھی۔ صحابہؓ نے جب ان فرشتوں کو مختلف حالتوں میں دیکھا تو اسی طرح سیاہ پگڑیاں انہوں نے پہنی ہوئی تھیں۔ جب روایتیں اکٹھی ہوئیں تو وہ تعجب میں پڑ گئے۔ مگر جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مُسَوِّمِیْنَ کی تفسیر فرمائی تھی ویسا ہی مقدر تھا اور بعینہٖ ایسا ہوا۔ اسی طرح جنگ اُحد میں جو فرشتے دکھائی دیے ان کے سروں پر بطور نشان سرخ پگڑیاں تھیں۔

سرخ رنگ میں کچھ غم کا پیغام بھی تھا کیونکہ جتنا دکھ صحابہؓ کو جنگ اُحد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زخموں کی وجہ سے پہنچا ویسا دکھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ساری زندگی میں کبھی صحابہؓ کو نہیں پہنچا۔ ایک غم کے بعد دوسرے غم کی خبر ان کو ملی اور وہ غموں سے نڈھال ہو گئے۔ پس اس غزوہ میں فرشتوں کی علامت کیلئے بھی ایک ایسا رنگ چنا گیا جس میں غم اور خون اور دکھ کا پہلو شامل ہے۔☆☆

نماز جنازہ حاضر و غائب

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 22 جنوری 2024ء بروز سوموار 12 بجے دوپہر اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں اپنے دفتر سے باہر تشریف لاکر درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ حاضر و غائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر

☆مکرمہ امۃ الجمیل بشیر الدین صاحبہ اہلیہ مکرم محمد بشیر الدین صاحب مرحوم (آف حیدرآباد حال یو.کے)

17 جنوری 2024ء کو 81 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ مکرم حکیم عبد الصمد صاحب (مولوی فاضل) کی بیٹی تھیں۔ مرحومہ نماز اور روزہ کی پابند، مہمان نواز، ملنسار، غریب پرور اور خلافت کے ساتھ عقیدت کا تعلق رکھنے والی ایک نیک مخلص بزرگ خاتون تھیں۔ لوکل جماعت میں کئی عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ چندوں میں باقاعدہ تھیں۔ اپنے بچوں کو بھی ہمیشہ جماعت کے ساتھ پختہ تعلق رکھنے کی تاکید کیا کرتیں۔ مرحومہ مکرم سید شکیل احمد صاحب (ریجنل امیر) کی پھوپھی تھیں۔ پسماندگان میں 2 بیٹے شامل ہیں۔

نماز جنازہ غائب

(1) مکرمہ مسرت جہاں صاحبہ بنت مکرم ماسٹر محمد ابراہیم حنیف صاحب سارچوری (ربوہ)

12 جنوری 2024ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحومہ صوم و صلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار اور خلافت کے ساتھ اطاعت کا تعلق رکھنے والی مخلص خاتون تھیں۔ لمبی بیماری کو بہت صبر اور حوصلہ سے برداشت کیا۔ طبیعت میں بے حد سادگی تھی۔ مرحومہ کا ایک خاص وصف اقربا پروری تھا۔ غرباء کا خاص خیال رکھتیں اور مالی مدد کے علاوہ بھی کئی رنگ میں مدد کرتی رہتی تھیں۔ چندوں میں بھی باقاعدہ تھیں۔ مرحومہ نے لمبا عرصہ لجنہ ہال ربوہ میں خدمت کی توفیق پائی۔ آپ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ مرحومہ مکرم زبیر احمد اظہر صاحب مربی سلسلہ (ایڈیشنل نظارت اصلاح وارشاد تعلیم القرآن ووقف عارضی ربوہ) کی خالہ تھیں۔

(2) مکرم محمد سعید صاحب

ابن مکرم غلام حیدر صاحب (پیر محل ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ)

21 نومبر 2023ء کو 85 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ نے سیکرٹری مال پیر محل کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، خلافت سے محبت کرنے والے، ملنسار، غریب پرور، ہمدرد اور منظم شخصیت کے مالک ایک مخلص انسان تھے۔ مرحوم چندہ جات کی ادائیگی بروقت کرتے اور خلیفہ وقت کی ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ آپ پر مختلف جماعتی مقدمات بھی ہوئے اور 5 ماہ اسیر راہ مولیٰ ہونے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔ مرحوم موصی تھے۔

(3) مکرم رشید احمد مبارک صاحب

ابن مکرم ابو المبارک محمد عبد اللہ صاحب (لاہور)

29 دسمبر 2023ء کو 89 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم کے دادا حضرت خیر دین صاحب رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ آپ نے لمبا عرصہ حلقہ سمن آباد لاہور میں شعبہ مال اور شعبہ رشتہ ناطہ میں خدمت کی توفیق پائی۔ تمام مالی تحریکات میں خوش دلی سے شامل ہوتے تھے۔ سرکاری ملازمت میں کئی بار آپ کو احمدی ہونے کی وجہ سے سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن بڑی ثابت قدمی سے ان کا مقابلہ کرتے رہے۔ خلافت سے عشق تھا اور بڑی باقاعدگی سے خطبہ سنا کرتے تھے۔ آپ کے اندر مہمان نوازی کا وصف بہت نمایاں تھا۔ مرحوم موصی تھے۔

(4) مکرم رفیق احمد صاحب

ابن مکرم حمید احمد صاحب (ضلع بدین حیدرآباد سندھ)

21 دسمبر 2023ء کو 71 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم آخر وقت تک پابند صوم وصلوٰۃ اور جماعتی خدمت میں مصروف رہے۔ آپ نے قائد مجلس، زعیم انصار اللہ، مقامی صدر اور امیر ضلع بدین کے علاوہ قاضی ضلع کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ علاقہ میں آپ کی نیک شہرت اور ایمانداری کا چرچا تھا اور آپ کا شمار معزز شخصیات میں ہوتا تھا۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی شامل ہیں۔

(5) مکرم راجہ محمد اسلم صاحب ابن مکرم راجہ محمد ایوب صاحب (گوجر خان ضلع راولپنڈی)

14 ستمبر 2023ء کو 81 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم راولپنڈی میں ایڈیشنل سیکرٹری رشتہ ناطہ اور ایڈیشنل سیکرٹری دعوت الی اللہ کے طور پر خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ ہر جماعتی کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور جماعت کے فعال رکن تھے۔ دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ چندوں میں باقاعدہ تھے اور جب بھی جماعت کی طرف سے کوئی مالی قربانی کی تحریک ہوتی اس میں ضرور حصہ لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

eTAX SERVICE
GST Suvidha Kendra

Reyaz Ahmed
GST Consultant/TRP
H.O. F-43A School Road
Khanpur, New Delhi - 110062
www.etaxservice.in
reyaz.reyaz@gmail.com
98178 97856
92780 66905

Our Services
Income Tax Filling
GST Reg. & Return Filling
Pvt. Ltd. Reg. and Accounting Services
Trade Mark and Logo Reg. Services
FSSAI Licence for Food Vendors
MCD License
GeM and Procurement Reg.
Import Export Code

طالب دعا : ریاض احمد وافراد خاندان (جماعت احمدیہ دہلی)

هوالشافی
N D QAMAR HERBAL & UNANI CLINIC
(Treatment for all kinds of Chronic Diseases)
SINCE 1980
Near Khilafat Gate Qadian (Punjab)
contact no : +91 99156 02293
email : qamarafiq81@gmail.com
instagram : qamar_clinic

Manufacturer and Retailer of Leather Fashion Accessories and Bags.
Specialized in the Desing and Production of Quality & Sale Online Platform
Like Flipkart, Amazon, Meesho. & Product Key Word is "Grizzly Wallet"
6294738647 mygrizzlyindia@gmail.com, Web:www.mygrizzlyindia.com
mygrizzlyindia mygrizzlyindia mygrizzlyindia

طالب دعا : عطاء الرحمٰن (بھائی پوٹا ضلع ساؤتھ 24 پرگنہ) مغربی بنگال

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadr.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان Weekly **BADAR** Qadian
Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Punjab) INDIA
Postal Reg. No. GDP/001/2023-25 Vol. 73 Thursday 18 - April - 2024 Issue. 16

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e-mail: managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.850/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

آنحضرت ﷺ کی صحابیات وہ عورتیں تھیں جو اسلام کی اشاعت اور تبلیغ میں مردوں کے دوش بدوش چلتی تھیں اور یہی وہ عورتیں تھیں جن پر اسلامی دنیا فخر کرتی ہے

تمہارا بھی دعویٰ ہے کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائی ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز ہیں

گویا دوسرے لفظوں میں تم صحابیات کی بروز ہو لیکن تم صحیح طور پر بتاؤ کہ کیا تمہارے اندر دین کی خدمت کا وہی جذبہ موجزن ہے جو صحابیات میں تھا؟

صحابہ اور صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جاں نثاری اور شہدائے اُحد کے بلند مقام و مرتبہ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 12/اپریل 2024ء بمقام مسجد مبارک (اسلام آباد) یو.کے

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

رمضان سے پہلے خطبات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا ذکر ہو رہا تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بھی بیان تھا، آج بھی مَیں اس حوالے سے کچھ بیان کروں گا۔

روایت میں آتا ہے کہ غزوہ احد سے واپسی کے موقع پر حضرت سعد بن معاذؓ کی والدہ آنحضور ﷺ کے پاس آئیں تو سعد نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ میری والدہ ہیں۔ آپ ﷺ اس وقت گھوڑے پر سوار تھے آپ نے اپنا گھوڑا روک لیا اور فرمایا کہ ان کا استقبال کرو۔ وہ قریب آئیں اور حضور ﷺ کو دیکھنے لگیں۔ آپ ﷺ نے ان کے بیٹے حضرت عمرو بن معاذؓ کی شہادت پر تعزیت فرمائی تو انہوں نے کہا کہ جب مَیں نے آپ کو صحیح سلامت دیکھ لیا تو میرا غم اور مصیبت سب ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں خوش خبری ہو اور باقی سب شہداء کے لواحقین کو بھی یہ خوش خبری دے دو کہ یہ سب مقتولین جنت میں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں اور سب نے اپنے اپنے گھر والوں کیلئے بھی حق تعالیٰ سے شفاعت اور سفارش کی ہے۔ اُمِّ سعدؓ نے عرض کیا کہ ہم سب راضی ہیں اور اس خوش خبری کے بعد بھلا کون ان پر رو سکتا ہے۔ پھر انہوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ سب شہیدوں کے پسماندگان کیلئے دعا کریں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے دعا کی کہ اَے اللہ! ان کے دلوں سے غم و الم کو مٹا دے۔ ان کی مصیبتوں کو دُور فرما دے اور شہیدوں کے جانشینوں کو ان کا بہترین جانشین بنا دے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اہلِ مدینہ کی اس فدائیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اب دیکھو! کہ وہ عورت جس کا بڑھاپے میں عصائے پیری ٹوٹ گیا تھا، کس بہادری سے کہتی ہے کہ میرے بیٹے کی موت کے غم نے مجھے کیا کھانا ہے جب رسولِ کریم ﷺ زندہ ہیں تو مَیں اس غم کو بھون کر کھا جاؤں گی۔

ایک دوسرے موقعے پر اسی واقعے کا ذکر کر کے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے انصار! میری جان تم پر فدا ہو تم کتنا ثواب لے گئے۔

اسی طرح صحابیاتؓ کی قربانیوں کے تناظر میں حضرت مصلح موعودؓ ایک موقعے پر احمدی خواتین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ یہی وہ عورتیں تھیں جو اسلام کی اشاعت اور تبلیغ میں مردوں کے دوش بدوش چلتی تھیں اور یہی وہ عورتیں تھیں جن پر اسلامی دنیا فخر کرتی ہے۔ تمہارا بھی دعویٰ ہے کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائی ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز ہیں گویا دوسرے لفظوں میں تم صحابیات کی بروز ہو لیکن تم صحیح طور پر بتاؤ کہ کیا تمہارے اندر دین کی خدمت کا وہی جذبہ موجزن ہے جو صحابیات میں تھا؟

قرونِ اولیٰ کی ان جاں نثار صحابیاتؓ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ عیسائی دنیا مریم مگدلینی اور اسکی ساتھی خواتین کی اس بہادری پر خوش ہے کہ وہ صبح کے وقت دشمن سے چھپ کر مسیح کی قبر پر پہنچی تھیں مگر مَیں ان سے کہتا ہوں کہ آؤ! اور ذرا میرے محبوب کے مخلصوں اور فدائیوں کو دیکھو کہ کن حالتوں میں انہوں نے اسکا ساتھ دیا اور کن حالتوں میں انہوں نے توحید کے جھنڈے کو بلند کیا۔

جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ احد کے بعد مدینے پہنچے تو منافقین اور یہود خوشیاں منانے اور مسلمانوں کو برا بھلا کہنے لگے اور کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) بادشاہت کے طلب گار ہیں (نعوذ باللہ) اور کسی نبی نے آج تک اتنا نقصان نہیں اٹھایا جتنا انہوں نے اٹھایا ہے۔ خود بھی زخمی ہوئے اور ان کے صحابہؓ بھی زخمی ہوئے اور کہتے تھے کہ اگر تمہارے وہ لوگ جو قتل ہوئے ہمارے ساتھ رہتے تو کبھی قتل نہ ہوتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسی باتیں کرنے والے منافقین کے قتل کی اجازت چاہی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا وہ اس شہادت کا اظہار نہیں کرتے کہ اللہ کے سِوا کوئی معبود نہیں اور مَیں اللہ کا رسول ہوں؟ کیا یہ لوگ کلمہ نہیں پڑھتے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیوں نہیں! کلمہ تو پڑھتے ہیں مگر تلوار کے خوف سے، ورنہ منافقانہ باتیں کیوں کرتے۔ اب ان کا معاملہ ظاہر ہو گیا ہے، اور ان کے دل کی بات نکل گئی ہے، اور اللہ نے ان کے کینوں کو ظاہر کر دیا ہے اب ان سے انتقام لینا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا مجھے اس کے قتل سے منع کیا گیا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ یہ بات ان نام نہاد علماء کا منہ بند کرنے کیلئے کافی ہے جو احمدیوں کے بارے میں باوجود اس کے کہ احمدیوں میں منافقت کا شائبہ تک نہیں، پھر بھی انہیں کافر قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا قتل جائز ہے۔ ان نام نہاد علماء نے اسلام کو بدنام کیا ہوا ہے۔

شہداء احد کے جنازے کے متعلق بخاری کی روایت ہے جس سے ان شہداء کے مقام اور مرتبے کا پتا چلتا ہے۔ عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سال بعد احد کے شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جب مجھے احد کے شہداء یاد آتے ہیں تو خدا کی قسم! مجھے یہ خواہش ہوتی ہے کہ کاش مَیں بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پہاڑ کے درّے میں ہی رہ گیا ہوتا یعنی ان کے ساتھ ہی شہید ہو گیا ہوتا۔

آنحضور ﷺ نے احد کے شہداء کی قبروں کی زیارت کی اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! بے شک مَیں تیرا بندہ اور نبی یہ گواہی دیتا ہوں کہ یہ لوگ شہید ہیں۔ جو ان کی زیارت کرے اور قیامت کے دن تک سلام بھیجے تو یہ اسکا جواب دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد کیلئے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا مَیں گواہ ہوں۔ روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال کے شروع میں شہدائے احد کی قبروں کی زیارت کیلئے تشریف لے جایا کرتے۔ راوی کہتے ہیں کہ بعد میں حضرت ابوبکرؓ اور پھر حضرت عمرؓ اور پھر حضرت عثمانؓ بھی اسی طرح ان شہداء کی قبروں پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔

حضرت بِشرؓ کے والد احد میں شہید ہو گئے تھے۔ وہ اپنے والد کیلئے رو رہے تھے تب رسول اللہ ﷺ وہاں سے گزرے اور فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ! کیا تم اس بات پر خوش نہیں کہ مَیں تمہارا باپ بن جاتا ہوں اور عائشہ تمہاری ماں۔ بِشرؓ نے عرض کی کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ! اس سے بڑھ کر اور خوشی کی کیا بات ہو گی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ جب حضرت بِشرؓ بوڑھے ہو گئے تو سارا سر سفید ہو گیا مگر وہ حصہ جہاں نبی کریم ﷺ نے دستِ مبارک رکھا تھا بالوں کا وہ حصہ سیاہ ہی رہا۔ حضرت بِشرؓ کی زبان میں لکنت تھی۔ نبی کریم ﷺ نے دم کیا تو لکنت جاتی رہی۔

حضور انور نے فرمایا: یہ ذکر آئندہ جاری رہے گا۔ فرمایا کہ مشرق وسطیٰ اور دنیا کے حالات کیلئے بھی دعائیں جاری رکھیں، حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ خدشہ ہے کہ ایران پر بھی حملہ ہو اور پھر جنگ مزید پھیلے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ کل ہی یہ خبر آئی ہے کہ یمن میں کچھ اسیران کی رہائی ہوئی ہے، بلکہ اکثریت کی رہائی ہو گئی ہے۔ باقی جو چند رہ گئے ہیں ان کی رہائی کیلئے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ حکام کے دل ان کی طرف سے صاف کرے۔ خاص طور پر ایک خاتون ہیں، صدر لجنہ جو اسیری میں ہیں۔ ان کی جلد رہائی کے سامان اللہ تعالیٰ فرمائے۔

خطبے کے آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دو مرحومین کا ذکر خیر فرمایا۔ پہلا ذکر مکرم مصطفیٰ احمد خان صاحب ابن حضرت نواب عبداللہ خان صاحبؓ اور حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کا فرمایا۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے چھوٹے نواسے تھے۔ بعدہ مکرم ڈاکٹر میر داؤد احمد صاحب آف امریکہ کا ذکر خیر فرمایا اور جمعہ کے بعد ہر دو مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ ☆☆

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad